پاک ماہنامہ جمہوریت

لاہور

23 مارچ 1940ء آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی ایک یادگار تصویر

صدر جنرل پرویز مشرف اوکاڑہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کر رہے ہیں۔ 3-2-07

صدر جنرل پرویز مشرف ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای سے تہران میں ملاقات کر رہے ہیں۔ 5-2-07

ایران کے صدر محمود احمدی نژاد تہران پہنچنے پر صدر جنرل پرویز مشرف کا استقبال کر رہے ہیں۔ 5-2-07

قارئین نوٹ فرمائیں

ماہنامہ **ماہ نو** لاہور

ماہنامہ **پاک جمہوریت** لاہور

کے دفاتر 32-A حبیب اللہ روڈ سے مندرجہ ذیل مقام پر منتقل ہو گئے ہیں۔

218/14 شاہد کالونی

(بالمقابل بٹ سوئیٹس نزد مسلم ٹاؤن موڑ) **وحدت روڈ لاہور**

فون: **042-8412072**

آپ سے التماس ہے کہ تمام آئندہ خط و کتابت کے لئے نئے پتے پر رابطہ فرمائیں۔

قائم نقوی

چیف ایڈیٹر

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

وزارت اطلاعات ونشریات کا جریدہ

ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور

نگران اعلیٰ میاں شفیع الدین

نگران اقبال سکندر

★ ★ ★ ★

مدیر اعلیٰ قائم نقوی

مدیر سید عاصم حسنین

جلد 48 شمارہ نمبر 3 رجسٹرڈ نمبر LRL82

مارچ 2007ء تزئین : محمد یونس

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرسالانہ 100 روپے

ریجنل پبلی کیشنز آفس

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز

A-32 حبیب اللہ روڈ

لاہور

فون: 042-6305316,042-6305906

فہرست

حمد باری تعالیٰ	احمد جلیل
نعت شریف	فرخ راجا
اسلام کا تصور رواداری	ڈاکٹر عبدالجبار قریشی
محنت کی عظمت	ڈاکٹر محمود الرحمٰن
نظریۂ پاکستان کا ارتقاء	سائرہ بانو
علامہ اقبال کے اساتذہ	پروفیسر عبدالکریم قاسم
گورنر سرحد کا دورہ بلوچستان	قاضی فضل احمد
طورخم جلال آباد شاہراہ افغانستان	میجر (ر) زاہد اسلم راجہ
پینے کا صاف پانی	لیفٹیننٹ کرنل (ر) زاہد ممتاز
پاکستان فٹ بال فیڈریشن کے شاندار اقدامات	سید انوار غالب
جَو کا دلیا	محمد یونس حسرت
23 مارچ	بشیر رحمانی
انکل پلیز	راجہ طاہر محمود
انوکھی معلومات	مرغوب امیر
خلق کائنات اور وسعت کائنات	ڈاکٹر ایم یوخان یوسف زئی
چائے پیجئے..... مگر اعتدال سے	سعدیہ مقصود
نور جہاں، روشن آواز کا روشن سفر	دستگیر شہزاد
کچن کارنر	نصرت
بقائے کوہسار، بقائے حیات	براہین ہیگل/محمد ذیشان حیدر
سرورق	مرغوب امیر

ادارہ مطبوعات پاکستان نے فریدیہ آرٹ پریس انٹرنیشنل چوک سردار چیل لاہور سے چھپوا کر A-32 حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا

احمد جلیل

حمد باری تعالیٰ

تری بخششوں کا شمار کیا تری رحمتوں کا حساب کیا
تو قدیم ہے تو عظیم ہے تری عظمتوں کا حساب کیا
تو یہاں بھی ہے تو وہاں بھی ہے تو نہاں بھی ہے تو عیاں بھی ہے
تو ہے ہر جگہ تو بتا ذرا ترے رُخ پہ ہے یہ نقاب کیا
میں گنہگار تو ہوں مگر تری رحمتوں پہ بھی ہے نظر
تری رحمتوں میں جو آ چھپا، اسے کیا خبر ہے عذاب کیا
یہاں ہر طرف تیرا عکس ہے، یہ تجلیات کا رقص ہے
تو ہے ذرے ذرے میں ضوفشاں میں سمیٹوں جلوؤں کی تاب کیا
تری عظمتیں نہ مٹا سکے کبھی کفر و شرک کے زلزلے
تری روشنی کو چھپائیں گے بھلا ظلمتوں کے سحاب کیا
مہ و مہر میں ترا نور ہے تری روشنی ہے ظہور ہے
ذرا کہکشاں کی بھی بات سن ذرا سن کہے ہے سحاب کیا
تو رحیم ہے تو کریم ہے تری ذات سب سے عظیم ہے
میں حقیر ہوں میں فقیر ہوں مجھے بخش دے یہ عتاب کیا
تو ہے جلوہ ساماں چمن چمن ہیں فروزاں تجھ سے یہ کوہ و بن
تری روشنی ہے دمن دمن کروں کیسے اتنے حساب کیا

فرخ راجا

نعت

ثنا خواں جو ذاتِ صمد ہو گئی
ولائے محمدؐ کی حد ہو گئی
نہ آیا تھا لب پر ابھی کوئی حرف
کہ مجھ بے نوا کی مدد ہو گئی
اُسی کی شفاعت ہے روزِ حساب
وہ ہستی جو پہلا عدد ہو گئی
کیا عشق نے اُس کے گھر کا طواف
تو پروانہ شمعِ خرد ہو گئی
مٹی ظلمتِ کفر کچھ اس طرح
کہ اِک روشنی تا ابد ہو گئی
جونہی لب پہ آیا درود و سلام
تو فرخ کی روشن لحد ہو گئی

☆☆☆☆☆

اسلام کا تصورِ رواداری

ڈاکٹر عبدالجبار قریشی

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں یکساں ہے۔'' (۶۴:۳)

علامہ ابی السعود فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''خطاب یا تو اہل کتاب سے ہے یا اُس وفد سے ہے جو نجران کی طرف گیا یا پھر مدینہ میں رہنے والے یہود کی طرف ہے کہ انبیاء اور کتب سماویہ کے بارے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ص ۴۹۸ ج ۱ تفسیر ابن سعود)

علامہ طبری لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''فرما دیجئے اے محمدؐ اہل کتاب سے یعنی یہود و نصاریٰ سے کہ چلے آؤ کلمہ عدل کی طرف اور کلمہ عدل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ ابوعالیہ فرماتے ہیں کہ کلمۃ السواء سے مراد لا الہ اللہ ہے۔'' (ص ۳۵۲، ج ۳، تفسیر طبری)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام حسن اور ابن زید وغیرہ ھم کے نزدیک مخاطب اہل نجران ہیں جبکہ قتادہ اور امام ابن جریج بیان کرتے ہیں:

کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود کو اسلام کی دعوت دی جب انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

(ص ۱۰۶، ج ۳، تفسیر طبری)

سدی بیان کرتے ہیں:

کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو دعوت دی اور فرمایا آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں کسی ایک کو معین نہیں کیا گیا' اسی طرح امام واحدی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔

''یہ خط محمد کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا ہے۔ سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔ اما بعد۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں' تو اسلام لے آ تو سلامت رہے گا۔ تو اسلام لے آ' اللہ تعالیٰ تجھے دوچند اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے اس دعوت کو قبول کرنے سے روگردانی کی تو تمہارے کسانوں کے انکار کا گناہ بھی تیری گردن پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے۔ اگر اس دعوت کے باوجود وہ روگردانی کریں تو تم یہ کہو، اے روگردانی کرنے والو! گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں''۔ (ص ۵، ج ۱ صحیح بخاری)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''اور اختلاف نہیں ہے انبیاء اور کتب سماویہ میں اور یہ ہی انصاف ہے ہم میں سے بعض کا بعض کے لئے اور اس میں کوئی کجی بھی نہیں ہے ہم میں کسی ایک کے لئے اور وہ یہ ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اخلاص کے ساتھ اور نہ بنائیں کسی کو شریک استحقاق عبادت میں اور نہ ہی ہم اللہ کے سوا کسی کو اس کا اہل سمجھتے ہیں۔'' (ص ۵۷، ج ۲، روح البیان)

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

ترجمہ "برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اور نہیں ہے اختلاف قرآن، توریت اور انجیل میں یعنی چلے آؤ اس طرف یہاں تک کہ نہ کہے ہم عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ اور عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں اے اللہ کے رسول ہم ان انبیاء کی عبادت نہیں کرتے۔"

(ص ۳۹۸، ج ا، تفسیر کشاف)

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان فرمایا تھا کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے احقاق اور اثبات پر دلائل پیش کئے اور جب عیسائیوں نے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی، وہ مباہلہ کرنے سے خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کرلیا' اور نبی ﷺ اس پر حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کرلیں' تب اللہ تعالیٰ نے مناظرہ اور مباہلہ کے بجائے ایک اور طریقہ سے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کرنے کا حکم دیا اور یہ ایسا طریقہ ہے جو ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص کے نزدیک قابل قبول ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ان سے یہ کہیں کہ اے اہل کتاب! آؤ اور تم ایسی چیز کو مان لو جو ہم دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے' سیاق وسباق کے مطابق یہاں اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں' تاہم یہاں دو اور قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں۔

کلمہ سے مراد یہاں لفظ مفرد نہیں بلکہ جملہ مفیدہ ہے یعنی الا نعبد الا اللہ الخ اور یہ استعمال عام ہے "والکلمنہ تطلق علی المجعلۃ المفیدہ" اس سے معلوم ہوا کہ حضور سراپا نور ﷺ کوئی نئی دعوت کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے' بلکہ حضور بھی اسی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے اور جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید پر ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی۔

امام ترمذی نے حضرت عدی بن حاتم سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ ہم ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ جس حلال چیز کو چاہتے حرام کردیتے اور جس حرام چیز کو چاہتے حلال کردیتے اور تم ان کے حکم کی پیروی کیا کرتے۔ میں نے عرض کیا ہاں ایسا تو ہم کیا کرتے تھے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہو ذاک یعنی اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو حلال وحرام کرنے کے کلی اختیارات سونپ دینا تو اس کی عبادت کرنا اور اس کو رب بتانا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ شریعت کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کرسکتا ہے تو وہ بھی اسی توبیخ کا مستحق ہے۔

یہ درست ہے کہ اسلام بھی تقسیم انسانیت کا قائل ہے، لیکن وہ انسانیت کو صرف دو گروہوں میں بانٹتا ہے۔ اول مومن جو الہامی ہدایات پہ عامل ہوں۔ دوم کافر جو خدا کے باغی اور اقدار سماویہ کے منکر ہوں۔ یہ کافر برائے نام مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اسلام خدائی نظام کا نام ہے اور اس کا طرز عمل بالکل واضح ہے۔ وہ ہر نیک انسان کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ کالا ہو یا گورا، ایرانی ہو یا تورانی، ہندی ہو یا چینی، اور ہر بدکار کے خلاف لڑتا ہے۔ چاہے وہ اسلام کا نام لیوا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضور ﷺ نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ مدینہ میں پڑھی تھی اور شرقی روما کے شہنشاہ ہرقل کو لکھا تھا کہ آؤ ہم اور تم ان احکام پر مل کر عمل کریں، جو قرآن وتورات میں مشترک ہیں۔

اسلام کا مقصد وحدت آدم تھا اور خط اس حقیقت پہ شاہد ہے۔ ہمارے بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نجاشی مسلمان ہو گیا تھا اگر وہ مسلمان ہو جاتا تو ہمارے تمام مورخین اس واقعہ کو وضاحت سے بیان کرتے۔ پھر اس کے اسلام لانے کا کچھ نہ کچھ اثر اس کے اپنے گھر پر بھی پڑتا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ نجاشی کے گھرانے میں کسی اور مسلمان کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کے تمام جانشین عیسائی تھے اور حبشہ کا موجودہ فرمانروا ہیل ثلاثی بھی عیسائی ہے۔

یہود کے ساتھ معاہدہ

نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گرد و پیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔ یہ لوگ اگرچہ در پردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی و ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔

یہ معاہدہ اسی معاہدہ کے ضمن میں ہوا تھا جو خود مسلمانوں کے درمیان باہم طے پایا تھا اس معاہدے کی اہم دفعات پیش کی جا رہی ہیں۔

معاہدہ کی دفعات

☆ بنو عوف کے یہود، مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر، خود ان کا بھی یہی حق ہوگا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

☆ یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

☆ اور جو طاقت اس معاہدہ کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

☆ اور اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

☆ کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

☆ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

☆ جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

☆ اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہوگا۔

☆ اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

☆ قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

☆ جو کوئی یثرب پر دھاوا بولے گا تو اس سے لڑنے کے لئے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

☆ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا اور جس کے

سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی اور اس طرح مدینہ واقعۃ اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔

امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لئے نبیؐ نے آئندہ دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔

ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

عرب کے ملک میں کام کا بہت وسیع میدان تھا اگر رسول اللہ ﷺ کوئی قومی رہنما یا محب وطن قائد ہوتے اور آپ کا طریقہ سیاسی اور ملکی رہنماؤں جیسا ہوتا تو آپ کے سامنے بہتر صورت یہ تھی کہ آپ عرب کو ایک وطن قرار دے کر عربی قبائل کا ایک اتحاد قائم کرتے اور عرب کی مضبوط طاقتوں سے ایک پختہ اور جنگجو بلاک بنالیتے اور ایک عربی ریاست یا جمہوریہ کی بنیاد رکھتے۔ جس کے آپ نہایت آسانی کے ساتھ صدر ہو سکتے تھے۔ ایسی صورت میں ابوجہل عتبہ وغیرہ آپؐ کے ساتھ پورا اشتراک کرتے اور آپ کو عرب کی قیادت سونپ دیتے کیونکہ ان کو آپؐ کی صداقت و امانت کا مشاہدہ تھا۔ انہوں نے آپؐ کو مکہ کے سب سے بڑے اختلافی مسئلہ میں حکم بنایا تھا۔ عتبہ نے قریش کا نمائندہ بن کر آپؐ کے سامنے عرب کی سرداری کی پیش کش کی تھی اور کہا تھا کہ اگر آپؐ قیادت چاہتے ہیں تو ہم کو ذرا اختلاف نہیں، آپؐ زندگی بھر ہمارے قائد رہیں گے۔ پھر اگر آپؐ کو یہ سیاسی مقام حاصل ہو جاتا تو آپؐ کے لئے ایرانی یا رومی سلطنت پر فوج کشی آسان تھی۔ آپؐ عرب شہسواروں کے ذریعہ ایران و روم کی سلطنت پر حملہ کر سکتے تھے اور عجمیوں کو مغلوب کر کے روم و فارس پر عرب کی فتح کا پھریرا اُڑا سکتے تھے۔ یہ کتنا دلکش خواب تھا اور عربی جذبہ نخوت کی اس میں کیسی تسکین تھی اور اگر آپؐ ان دونوں شہنشاہوں سے بیک وقت برسرپیکار ہونا سیاسی دانش کے منافی سمجھتے تو یمن وحبشہ پر حملہ کر کے ان کو اپنی نوزائیدہ حکومت میں ملحق کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔

خود عرب میں اتنے اجتماعی، معاشی مسائل موجود تھے جو اعلیٰ سیاسی بصیرت، قومی تنظیم، انتظامی قابلیت، اعلیٰ عزیمت کے برسوں سے منتظر تھے ایک بلند پایہ قوی الارادہ رہنما عرب کی مقامی اصلاح، تنظیم کر کے اس کو دنیا کی بہت بڑی طاقت اور ایک باعظمت ملک بنا سکتا تھا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ اس لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے کہ ایک بگاڑ کو تبدیل کر کے دوسرا بگاڑ اس کی جگہ پر لائیں اور ایک ناانصافی کو مٹا کر دوسری ناانصافی پیدا کریں۔ ایک چیز کو ایک جگہ ناجائز قرار دیں اور دوسری جگہ اس کو جائز قرار دیں۔ ایک قوم کی خودغرضی کی مخالفت کریں اور دوسری قوم کی خودغرضی کی ہمت افزائی کریں۔ آپ ایک وطن پرست لیڈر اور ایک سیاسی قائد بن کر نہیں آئے تھے کہ ایک قوم کو اجاڑ کر دوسری قوم آباد کرتے، دوسری قوم کے زر و جواہر سے اپنی قوم کا دامن بھرتے اور لوگوں کو روم و فارس کی غلامی سے نکال کر آل عدنان اور اولاد قحطان کی غلامی میں داخل کرتے۔

آپؐ کا مقصد بعثت دنیا کو جنت کی بشارت اور عذابِ آخرت کی وعید پہنچانا تھا۔ آپؐ داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر آئے تھے کہ ساری دنیا کو روشن کریں۔ آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کہ دنیا کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کی بندگی میں داخل کریں۔ تمام لوگوں کو مادی زندگی کی کال کوٹھری سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں اور آپؐ کی حتی الوسع کوشش یہ رہی کہ کسی نہ کسی طرح مذاہب عالم کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرلیا جائے۔ آپ کا کام نیکی کی ترغیب دینا، بدی سے منع کرنا، صاف و پاک چیزوں کو حلال، گندی و ناپاک چیزوں کو حرام قرار دینا اور ان بندشوں اور بیڑیوں کو توڑنا تھا جو انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکومتوں نے اپنی زبردستی سے لوگوں کے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں۔

اس لئے آپ کے مخاطب صرف ایک قوم یا ایک ملک کے باشندے نہ تھے۔

آپ کا خطاب تمام انسانوں اور پورے انسانی ضمیر سے تھا۔

(ص ۹۰، مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر)

آج ہر طرف یہ صدا بلند کی جا رہی ہے کہ اسلام کے نظریہ حیات اور طرز معاشرت میں غیر مسلموں کے لئے کوئی گنجائش نہیں حالانکہ ایسا کوئی فلسفہ شریعت محمدی میں پایا نہیں جاتا جہاں بنی نوع انسان کے ساتھ ظلم و جبر کیا جائے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ اس کے برعکس اسلامی معاشرہ تو اولاد آدم کی فلاح و بہبود کی ضمانت ہے۔ اس معاشرہ میں جس طرح ایک مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت ہے، اسی طرح ایک غیر مسلم کی جان و مال اور عصمت محفوظ ہے۔ اقوام عالم کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ انسان کو امن و آشتی اگر ملی ہے تو وہ صرف اسلامی معاشرہ میں ملی ہے۔ اسلام نے جو حقوق دوسرے مذاہب کے متبعین کو دیئے ہیں ان کی حیثیت دنیا کے تمام دستوری تحفظات کی سی نہیں بلکہ یہ سارے حقوق اسلامی شریعت کے اس طرح اجزا ہیں جس طرح خدا اور رسول ﷺ کے عائد کردہ دوسرے واجبات ہیں۔ اس لئے ان کا قائم رکھنا اسلامی حکومت کے لئے اس طرح ضروری ہے جس طرح شریعت کے دوسرے احکام و واجبات کا۔ اگر ان میں سے کسی حق کو بھی بغیر عذر شرعی کے ضائع کیا گیا تو اسلامی ریاست صرف اس زمین پر جواب دہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد اس کی اصل جواب دہی خدا کے سامنے ہے اور اس مقدمہ میں اہل ذمہ کی وکالت نبی کریم ﷺ فرمائیں گے۔

ذمیوں کے حقوق کی ادائیگی میں دانستہ اور بلا عذر کوتاہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت اور غداری کے مترادف ہو گی۔ اہل ذمہ کے یہ حقوق کم سے کم ہیں ان میں ذرا سی بھی کمی کرنے کا کسی اسلامی مملکت کو کوئی حق نہیں ہے۔ ان سے زیادہ جو چاہے دے مگر ان میں سے کوئی حق کم کرنے کی مجاز نہیں۔ اسلام اپنے فاتحین کے مقابلہ میں اپنے مفتوحین کی مفتوحیت کو نمایاں رکھنا چاہتا ہے۔ اسلامی ریاست نے اپنے مفتوحین کو جو حقوق جن ضمانتوں کے ساتھ دیئے ہیں اور اس اسلام کے پابند مسلمانوں نے جس دیانت و امانت کے ساتھ ان کو ادا کیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ چہ جائیکہ ان پر کوئی اعتراض کیا جا سکے۔ یہاں سوال کاغذی اور کتابی حقوق کا نہیں ہے۔ بلکہ سوال ان حقوق کا ہے جو مفتوح دشمن کو فی الواقع دیئے گئے ہیں اور صرف قرطاس پر نہیں بلکہ صفحہ ارض پر دیئے گئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے نجران، ایلہ، اذروعات، ہجر اور دوسرے جن علاقوں اور قبیلوں کے ساتھ صلح کی، ان سب کو ان کی زمینوں اور جائیدادوں، صنعتوں، تجارتوں پر بدستور بحال رہنے دیا اور صرف وہ جزیہ اور خراج ان سے وصول کرنے پر اکتفا فرمایا جس پر ان سے معاہدہ ہوا تھا۔ پھر اسی اصول پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا۔

عراق، شام، الجزائر، مصر، آرمینیہ

غرض جہاں جہاں بھی کسی شہر اور کسی بستی کے لوگوں نے صلح کے طریقے پر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے حوالے کیا ان کی املاک بدستور ان کے قبضے میں رہنے دی گئیں اور مال صلح یعنی جزیہ اور خراج کے سوا کوئی چیز بھی وصول نہ کی گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر نجران کے باشندوں کو اندرون عرب سے شام وعراق کی طرف منتقل کیا بھی گیا تو ان میں سے جس جس کے پاس نجران میں جس قدر زرعی اور سکنی جائیداد تھی اس کے بدلے میں نہ صرف اتنی ہی جائیداد دوسری جگہ اس کو دی گئی بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام و عراق کے گورنروں کے نام فرمان عام لکھا کہ جس کے علاقے میں بھی وہ جا کر آباد ہوں وہ "فلیوسعھم من خریب الارض" فراخ دلی کے ساتھ افتادہ زمینوں میں سے ان کو دیں۔

(ص ۱۸۹، کتاب الاموال لابی عبید)

جو اہل ذمہ اپنے محاسن کے حصول سے عاجز ہو جائیں ان کے لئے ان کی ضروریات کے مطابق اسلامی بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے

عامل عدی بن ارطاۃ کو حکم بھیجا کہ تمہارے حلقہ میں جو اہل ذمہ ہیں ان کے حالات معلوم کرو۔ جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور کمانے کے قابل نہیں ان کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ جاری کرو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ در بدر بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا، ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا، ہم نے جوانی میں تجھ سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں نظر انداز کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری فرمایا۔ اہل حیرہ کے لئے حضرت خالدؓ نے یہ ذمہ لیا تھا کہ تم میں سے جو بوڑھا ہو جائے گا یا جس پر کوئی آفت آ جائے گی یا جو شخص مالدار رہنے کے باوجود غریب ہو جائے گا وہ جب تک دار السلام میں رہے گا، یعنی اسلامی ریاست کے زیر سایہ، اس کی اور اس کے بیوی بچوں کی کفالت بیت المال کرے گا، اگر کوئی ذمی دشمن کے قبضہ میں آ جائے اور اس کو فدیہ دے کر چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا فدیہ بھی بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

غیر مسلموں کے مال کا احترام

ذمیوں کا مال بھی اسلامی ریاست میں محترم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ہم لوگ جب اہل ذمہ کی بستیوں سے گزرتے ہیں تو ان کی چیزوں میں سے بھی کوئی چیز لے لیتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے پوچھا بلا قیمت؟ اس نے کہا ہاں بلا قیمت۔ ابن عباس نے پوچھا آخر تم لوگوں کو اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تم وہی بات کہتے ہو جو اہل کتاب کہتے ہیں یعنی ''لیس علینا فی الامین سبیل و یقولون علی اللہ الکذب و ھم یعلمون.'' حضرت ابودردا کا حال یہ تھا کہ اہل ذمہ کی کسی بستی سے ان کا گزر ہوتا تو زیادہ فائدہ جو وہ ان سے اٹھاتے وہ صرف یہ کہ ان کے کنویں سے پانی پی لیں یا ان کے سائے میں آرام کر لیں اور ان کی چراگاہ میں اپنے گھوڑے کو چرا لیں، لیکن بعد میں نقد یا جنس کی صورت میں اہل ذمہ کو ان کا بھی معاوضہ دیتے۔ حضرت عمرؓ جابیہ میں تھے۔ ایک ذمی نے آ کر خبر دی کہ لوگوں نے ان کا انگور کا باغ تباہ کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ تحقیق کے لئے خود روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ عمال میں سے ایک صاحب اپنی ڈھال میں انگور لے جا رہا ہے۔ فرمایا اچھا آپ بھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، امیر المومنین بھوک نے ستایا تھا اس وجہ سے یہ حرکت ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حکم دیا کہ باغ والے کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کر دی جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فوج کی زیادتیوں کا ازالہ کیا تاکہ اہل ذمہ اپنے مذہبی فرائض و مراسم بجا لانے میں بالکل آزاد ہوں۔ اس حوالے سے ضابطہ یہ ہے کہ جن شہروں کے ان کے فتح ہونے کے بعد حکومت نے ذمیوں کے قیام کو منظور کر لیا۔ ان شہروں میں ان کے مذہبی حقوق پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ اس آزادی پر اگر کوئی پابندی لگائی جا سکتی ہے تو صرف ان علاقوں میں جن کو خاص طور پر مسلمانوں نے بسایا ہو یا جن کو فتح کرنے کے بعد ان کے سابق باشندوں کے حوالے کرنے کے بجائے ریاست نے اپنے مقاصد کے لئے خالی کروایا ہو۔

اہل ذمہ کی عبادت گاہوں کی حفاظت

ذمیوں کی عبادت گاہیں بھی اسلامی ریاست میں محفوظ ہوں گی۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ چھوڑے، چہ جائیکہ ان کو مسمار کیا جائے۔ ذمیوں کے Personal Law میں کوئی مداخلت ریاست اسلامی کی جانب سے نہیں کی جائے گی۔

اہل ذمہ کی جان کی حفاظت

جزیہ کے بدلے میں اسلامی حکومت ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیتی ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح ریاست مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح

صدر جنرل پرویز مشرف اور ترکی کے وزیر اعظم انقرہ میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ 6-2-207

وزیر اعظم شوکت عزیز اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ 4-2-07

وزیر اعظم شوکت عزیز مظفر آباد میں آزاد جموں و کشمیر پولیس سے سلامی لے رہے ہیں۔ 5-2-07

وزیراعظم شوکت عزیز یوم یکجہتی کشمیر کے موقع پر نیشنل لائبریری آڈیٹوریم اسلام آباد
میں ثقافتی شو پیش کرنے والے بچوں کے ہمراہ 5-2-07

وزیراعظم شوکت عزیز ایک زلزلہ زدہ خاندان
سے بات چیت کرر ہے ہیں۔ 5-2-07

وزیراعظم شوکت عزیز کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرر ہے ہیں۔ 5-2-07

ایک ذمی کے جان و مال کی حفاظت اس کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے۔ قانون کی نظر میں ایک مسلمان اور ایک ذمی کی جان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اہل ذمہ کے حوالے سے اس اہم ترین مسئلہ میں صرف فقہ حنفی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ احناف کے نزدیک ایک ذمی کے قصاص میں ایک مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ امام ثوری، امام زہری، زید بن علی، امام شعبی، امام نخعی اور بانی مذہب حنفیہ حضرت نعمان بن ثابت المعروف امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۳ جلد ۶ پر ہے۔

''ویقتل المسلم بالذمی'' اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

امام ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔

''و ھذہ الایۃ تدل علی قتل الحربا لعبد و المسلم بالذمی و الرجل بالمرءۃ'' اور تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں ''یقتضی عمومہ وجوب القصاص علی الحر والعبد والذکر والانثی و المسلم بالذمی''

(ص ۳۵ تا ۱۴۴، جلد ۱، احکام القرآن)

یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں بطور قصاص قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ آیت عموم کا تقاضہ کرتی ہے اور قصاص کو واجب قرار دیتی ہے۔ آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا مرد، مسلمان ہو یا ذمی۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد باری ہے:

''بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔''

(آیت ۵، سورہ مائدہ)

اس آیت میں مطلقاً فرمایا کہ جان کا بدلہ جان ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی۔ عبدالرحمٰن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی گردن مار دی اور فرمایا میں ذمی کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔

(ص ۱۱، مراسیل ابوداؤد)

عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز بن صالح حضرمی بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا جس نے ایک کافر کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور فرمایا میں اس کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک ذمی کو عمداً قتل کر دیا۔ یہ مقدمہ حضرت عثمانؓ کے پاس پیش کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے قتل کرنے کے بجائے اس پر بھاری دیت مقرر کی جیسے مسلمان کے قتل ناحق پر مقرر کی جاتی ہے۔''

(ص ۳۳، ج ۸، سنن کبریٰ)

یہ حدیث بھی احناف کی تائید کرتی ہے کیونکہ دیت قصاص کی فرع ہے فریقین میں صلح یا کسی اور وجہ سے قصاص کی جگہ دیت فرض کی گئی۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

''یعنی تمام مسلمان اور اہل ذمہ محقون الدم ہیں، فقہی اصطلاح میں اسے محقون الدم اور معصوم الدم بھی کہتے ہیں، بغیر کسی وجہ شرعی کے ان کا خون بہانا حرام ہے۔ اور یہ احکام دارالسلام کے ہیں یعنی اسلامی ریاست میں اہل ذمہ مسلمانوں کی طرح ہیں جس طرح مسلمان کا قتل بغیر کسی شرعی وجہ کے حرام ہے اسی طرح ایک ذمی کو بھی بغیر وجہ کے قتل کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (ص ۲۴، ج ۲، سنن کبریٰ)

کیونکہ مسلمانوں کے اموال کی طرح اہل ذمہ کے اموال بھی اسلامی ریاست میں محفوظ ہیں اور ان معاملات میں اہل اسلام اور اہل ذمہ دارالاسلام میں مساوی ہیں۔ انسانیت کی تکریم اور عدل و انصاف کے قریب احناف کا مذہب ہے کہ جب ذمی سے اس کی جان اور مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا اور اس سے اس کے بدلے میں جزیہ لیا گیا تو اس کا بھی تقاضہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس مسلمان سے قصاص لیا جائے۔ اس سے اسلام میں اخلاق کی بلندی، اصول اور مساوات کی برتری اور تکریم انسانیت کی اہمیت واضح ہوتی

ہے۔ہم نے اجمالاً اہل ذمہ کے بنیادی حقوق جو کہ شریعت اسلام میں روا رکھے گئے اور جن کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر لاگو ہوتی ہے، اس لئے ضبط تحریر کئے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ اسلام اور بانیان اسلام کی تعلیمات اتحاد عالم اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود پر مشتمل ہیں۔دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کی ضرورت و اہمیت اس لئے بھی ہے کہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔اس عالم اسباب میں وہ اپنے وجود، بقا، نشوونما، تحفظ اور ترقی کے لئے دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔ باہمی تعاون اور اشتراک کے بغیر اس کے فطری روحانی اور طبعی تقاضوں کی تکمیل ناممکن ہے۔

اور کسی بھی قسم کی اجتماعیت، تعاون اور اشتراک نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ انصاف، توازن اور اعتدال پر قائم ہو اور یہ توازن (Balance) اور اعتدال اسی صورت میں قائم ہوگا جب ہر فرد دوسرے فرد یا افراد کے ان مفادات کے حصول میں، جو اس کی ذات سے وابستہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے کرتا ہے، یہی کچھ لو اور کچھ دو (Give & Take) کا اصول جذبۂ اجتماعیت کی بنیاد ہے۔

مذہبی رواداری اور آزادی

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے اپنے ملک کے شہریوں کو مذہبی آزادی دی اور یہ اعلان کیا کہ ہر انسان مذہب کے معاملے میں آزاد ہے اور یہ محض نظریاتی تقریر یا رسمی اعلان نہ تھا بلکہ عملی طور پر اس نظریئے کی افادیت کے لئے اسلام نے دو طریقے اختیار کئے۔

۱۔ لوگوں کو پابند کیا کہ وہ دوسرے مذہب کا احترام کریں اور کسی کے مذہبی خیالات پر طنز و تنقید نہ کریں۔اگر کوئی شخص اپنا کوئی مسلک یا مذہب رکھتا ہے تو اس کو بالجبر دوسرے مذہب میں داخل کرنے سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا۔بس اس حد تک اجازت دی کہ مذہب کی تبلیغ کی جاسکتی ہے اور عقلی طور پر دلائل کی روشنی میں بحث کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس میں جارحیت نہ ہو۔اگر اس بحث کے نتیجے میں کوئی اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اقرار بغیر اکراہ کے ہو۔

قرآن نے مذہبی آزادی کی حمایت میں متعدد مقامات پر کلام کیا ہے۔

''دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔'' (البقرہ:۲۵۶)

''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو زمین کے سارے لوگ ایمان لے آتے' کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔'' (یونس:۹۹)

''سو آپ سمجھائے جائیں آپ کا کام تو صرف سمجھانا ہے آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:۲۱:۲۲)

''اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔'' (العنکبوت:۱۸)

۲۔ دوسری طرف خود اصحاب مذہب کو اپنے مذہبی شعائر کی حفاظت کا حکم دیا۔اس کے لئے کوئی سلبی موقف اختیار کئے بغیر ہر طریق تحفظ کے اپنانے کی اجازت دی، یہاں تک اگر کسی جگہ اپنے مذہب کی حفاظت ممکن نہ ہو تو ہجرت کا حکم دیا گیا۔مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام مذہبی رواداری کا درس دیتا ہے نہ کہ مذہبی منافرت کا۔

اسلام رواداری کی بنیاد پر معاشرے کے مختلف طبقات کو شیر و شکر ہونے اور انسانوں کو ایک دوسرے کا سہارا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام ایک ذمہ دار معاشرے کا قیام عمل میں لاتا ہے۔اسلام کی تعلیمات معاشرے کے ہر ہر فرد میں احساس ذمہ داری اجاگر کرتی ہیں یعنی دوسرے کے برے رویے کو بھی حسن سلوک کے ساتھ برداشت کرنا جیسا کہ ارشاد باری ہے:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر قائم رہو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم جادہ انصاف سے ہٹ جاؤ، انصاف سے کام

لوکیونکہ وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔"
(المائدہ ۸)

کسی قوم کی عداوت سے انصاف کی رسی کو چھوڑا نہ جائے۔رسول اللہ ﷺ نے اسی رواداری پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی اولین ریاست اور معاشرے کی تشکیل کا کام سرانجام دیا۔یہی وجہ تھی کہ دور نبوی سے لے کر خلفائے راشدین کے ادوار تک بتدریج معاشرہ ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لئے برا سمجھو جو اپنے لئے برا سمجھتے ہو۔اسی طرح گروہی اور طبقاتی تفریق کو ختم کردیا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کہ تمام مخلوق اللہ کی گویا عیال و کنبہ ہے۔ان میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔" (ص ۴۲۵، مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے جاہلی عصبیت کے تمام بت توڑ ڈالے، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے ایک بار یہ فرمایا:

"اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم" تو صحابہ کرام خاموش نہ رہ سکے اور بے ساختہ بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو بے شک کی جائے مگر ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔(ص ۵۴۳، بخاری)

بھائی چارے کی اس سے اعلیٰ مثال کوئی اور نہیں ہوسکتی۔رحمۃ اللعالمین ﷺ کی پوری سیرت مبارکہ انہی گلدستہ ہائے انسانیت سے بھری ہوئی ہے۔تعالوا الی کلمۃ کی صدا آج بھی دوسرے مذاہب عالم کے خوشہ چینوں کو دعوت عام دے رہی ہے کہ آؤ اور بکھری ہوئی انسانیت کو پھر سے یکجا کریں، اتفاق و اتحاد کی ایسی شاندار مثال پیش کریں کہ آنے والی نسلیں محبتوں کی ایسی زنجیر میں بندھی ہوئی ہوں کہ کوئی شیطانی قوت اس زنجیر کو توڑ نہ سکے۔

آخر میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہم دنیا کی اخلاقی وروحانی رہبری کے بجائے خود اندرونی انتشار اور اخلاقی بدنظمی میں مبتلا ہوئے جارہے ہیں۔ہماری عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دھارے میں بہی چلی جارہی ہے۔ہم ایسے مریضانہ تخیلات کے گہرے سائے میں سکون واطمینان تلاش کر رہے ہیں جہاں دین کی اخلاقی تعلیم ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ہر ایک قدم پر ایک نیا نظریہ پیدا ہونے لگا۔یہاں تک کہ ہماری ساری فضا میں ذہن کی ان پُر فریب تخلیقوں سے گھٹاٹوپ اندھیرا چھا رہا ہے جبکہ بانی شریعت کے سادہ اور بلند اخلاق دروس موشگافیوں کے انبار تلے دبے جارہے ہیں۔جس معاشرے نے اغیار (یعنی غیر مسلم) کو اتنا مثالی اخلاقی تحفظ فراہم کیا اسی معاشرے میں ہمارا باہم دست و گریباں ہونا آخر چہ معنی دارد کیا ہمارا مذہبی و مسلکی ماحول اس قدر مسموم ہوچکا ہے کہ تناور درخت بھی سکڑ کر چھوٹے سے تنگ نظر خول میں ٹھہر جاتے ہیں۔

جس مذہب کے ہم پیروکار ہیں وہ مذہب تو دوسرے مذاہب کو دعوت اتفاق واتحاد دے رہا ہے اور ایسے راستے ہموار کررہا ہے کہ جس میں افتراق وانتشار کا نام ونشان تک نہیں۔پھر ہمیں کیا ہوا کہ ہم آپس میں نفرت کا بیج بو رہے ہیں۔

مآخذ مراجع

۱۔ابوبکر بن احمد علی رازی، احکام القرآن، لاہور، سہیل اکیڈمی ۱۴۰۰ ہجری
۲۔ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی، جامعہ احکام القرآن، ایران، انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ ہجری
۳۔اسماعیل حقی، روح البیان، بیروت، داراحیاء التراث العربی ۱۴۱۵ ہجری
۴۔ابوجعفر محمد بن جریر طبری جامع البیان، بیروت، دارالمعارفہ ۱۴۰۹ ہجری
۵۔جلال الدین سیوطی، جلالین، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۱۴۲ ہجری
۶۔جاراللہ زمخشری، کشاف، ایران نشر البلاغہ ۱۴۱۳ ہجری
۷۔ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ، کراچی، قدیمی

کتب خانہ ۱۳۷۵ ہجری

۸۔ ابو الحسن علی احمد واحدی 'الوسیط' بیروت دار الکتب العربیہ ۱۴۱۲ ہجری

۹۔ ابو الحسین مسلم بن حجاج 'صحیح مسلم' بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۲ ہجری

۱۰۔ محمد بن اسماعیل بخاری 'صحیح بخاری' بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۲ ہجری

۱۱۔ سید ابو الحسن ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریات اسلام۔

۱۲۔ محمد بن عیسیٰ، ترمذی، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۴ ہجری

۱۳۔ محمد بن راغب اصفہانی، المفردات، ایران، المکتبۃ الرتضویہ ۱۳۳۲ ہجری

۱۴۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ ۲۰۰۱ عیسوی

۱۵۔ اسماعیل بن کثیر الدمشقی، تفسیر ابن کثیر، بیروت، دار الاندلس

۱۶۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۳۹۹ ہجری

۱۷۔ پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، لاہور ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۲۰ ہجری۔

۱۸۔ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، لاہور، فرید بک سٹال ۱۹۹۹ ہجری

۱۹۔ سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، دہلی، دلی پرنٹنگ پریس، ۱۳۳۳ ہجری

۲۰۔ محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، مصر، مصطفےٰ البابی، ۱۳۷۵ ہجری

۲۱۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام دیوبند، مکتبہ رحمت

۲۲۔ محمد العمادی الحنفی، تفسیر ابی السعود، الریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثہ ۹۸۶ ہجری

۲۳۔ مختصر سیرۃ الرسول، محمد بن عبد الوہاب، مصر، السلفیۃ ۱۳۷۹ ہجری

☆☆☆☆

وہی دیرینہ بیماری! وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی
حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی
(بال جبریل)

محنت کی عظمت

ڈاکٹر محمود الرحمٰن

محنت کی عظمت اور قدر و قیمت سے انکار ناممکن ہے۔ انسان کی زندگی پر اس کے دُور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ محنت کے بغیر ترقی و کامرانی کا تصور بھی محال ہے۔ فی الحقیقت محنت، قانونِ فطرت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان روزِ اوّل سے ہی خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ شبانہ روز کی محنت کے بل بوتے پر اپنا معیارِ زندگی بلند کرتا رہا ہے۔ اس وسیع کائنات کی بے رحم طاقتوں سے مسلسل نبرد آزما رہنے کے بعد ابنِ آدم نے اس دنیا میں جو رفعت و عظمت اور سرفرازی و سربلندی حاصل کی ہے......... وہ محنت ہی کا ثمرہ ہے۔

اسلام نے بھی محنت کی عظمت و سربلندی کا اعتراف کیا ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اس مذہب کی اساس ہی محنت پر ہے اور اس اہم عنصر کے بغیر "حسنِ عمل" کا اظہار ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو سخت محنت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ مصائب و آلام کے دوران انہیں باعمل عبادت کے ذریعے جذبۂ محنت کو فروغ دینے اور حوصلہ و عزم کو سربلند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی تصور کے پیشِ نظر زندگی کی مسرت و شادمانی اور عروج و کامرانی کا راز "عمل" اور "محنت شاقہ" میں ہی پنہاں ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو پیدائشی طور پر کوئی بھی شخص نہ تو متقی ہے نہ پرہیزگار...... یہ تو اس کا اپنا عمل، اپنی محنت اور کد و کاوش ہے جو اسے جنت کی طرف لے جائے یا دوزخ کی راہ دکھائے۔ بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی، جہنم بھی\
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

واضح رہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کسی کا ورثہ نہیں! یہ محض محنت و مشقت اور کوششِ پیہم سے ہی حاصل کی جاتی ہے۔ اس حقیقت کی جانب اشارہ قرآن حکیم میں بھی ملتا ہے۔

"خدا اس وقت تک کسی کی حالت نہیں بدلتا تا وقتیکہ وہ شخص خود اپنی حالت میں تبدیلی نہیں پیدا کرتا۔"

قرآن حکیم کے اس فرمان کو ہمارے قومی شاعر نے یوں پیش کیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی\
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ دنیا مرکزِ سعی و عمل اور منبعِ محنت و مشقت ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی روزی کے حصول کے لئے سخت محنت و مشقت کریں۔ اس سلسلے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور ہم نے تم کو اس زمین پر طاقت عطا کی اور تمہارے لئے اس میں روزی کے مواقع پیدا کئے۔"

خالق ارض و سما کی طرف سے انسان کو یہ تاب و توانائی ایک مقصد کے تحت ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ارفع و اعلیٰ مقام حاصل کرے......... ایسا مقام جہاں عزت و احترام، دولت و ثروت، صحت و تندرستی، مسرت و شادمانی اور سکون و طمانیت کا دور دورہ ہو اور یہ حقیقت ہے کہ زندگی میں یہ سب کچھ بغیر "محنت" کے حاصل نہیں ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ "محنت" ہی کے بل بوتے پر انسان نے اس چار دانگ عالم میں نظم و ضبط، حسن و رعنائی اور تب و تاب پیدا کی ہے۔ "محنت" ہی کی بدولت اس نے کائنات کو مسخر کیا ہے۔ اسی کے نتیجے میں مقام سربلندی حاصل کیا ہے اور آج بھی اسی جذبۂ تگ و دو کے تحت ستاروں پر کمندیں پھینک رہا ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں\
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

(اقبال)

☆☆☆☆

نظریۂ پاکستان کا ارتقا

سائرہ بانو

نظریۂ پاکستان دراصل ایک مفکر اور دور اندیش انسان کا مشاہدہ تھا جو آنے والے طوفانوں کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہا تھا اور اپنی قوم کو اس طوفان سے بچانے کا بیڑا اٹھا چکا تھا یہ شخص بجا طور پر مفکر پاکستان کہلانے کا مستحق تھا۔

علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ نہیں لیا بلکہ ان کی اول دور کی شاعری میں بھی علیحدہ قومیت کا نظریہ نہیں ملتا اس کے برعکس وہ وطن پرستی کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ اگر علامہ اقبال کی پہلے دور کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو آپ کے افکار و خیالات ایک متحدہ ہندوستان کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

اپنے دورہ انگلستان کے دوران علیحدہ قومیت کا تصور انگریز پالیسیاں اور تاریخ اسلام کے مطالعے سے علامہ اقبال پر یہ نکتہ واضح ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کی بقا وطنیت میں نہیں بلکہ مسلم قومیت میں مضمر ہے۔ اس سلسلے میں اقبال کی پہلے دور کی نظم ''وطنیت'' میں آپ کے خیالات کا اظہار بہت عمدہ طریقے سے ملتا ہے وہ کہتے ہیں:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

وطنیت سے قومیت کا تصور مزید پختہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے زوال کے پیش نظر اقبال نے ایسی نظمیں اور غزلیں لکھیں جنہوں نے خوابیدہ مسلمانوں میں عقابی روح بیدار کر دی اور ان کو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ کی شاعری میں کوئی جذباتی یا وقتی تاثر نہ تھا بلکہ یہ ایک انقلابی شاعری تھی جس نے مسلمانان برصغیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یوں پوری دنیا میں اقبال کے خیالات کی پیروی کی جانے لگی۔ اس سلسلے میں ان کی نظمیں خضرِ راہ، شکوہ اور جواب شکوہ مثالی ہیں۔ آپ نے شاعری میں مسلم امہ کے اتحاد و اخوت پر بڑا زور دیا۔ وہ

ایک ایسا ملک حاصل کرنا چاہتے تھے جس کی بنیاد مکمل مسلم اخوت کے جذبے پر رکھی جاتی۔ وہ کہتے ہیں:

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی' نہ افغانی

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

آپ مسلمانوں کو یکجا دیکھنا چاہتے تھے تاکہ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں۔ اپنی تقدیر کو غیروں کے ہاتھ میں نہ دیں۔ آپ نے مسلمانوں کو باہمی افراط و تفریط سے آزاد کرا کے ایک مکمل تشخص عطا کیا۔

علامہ اقبال بظاہر تو عملی سیاست سے جدا رہے مگر ہر جگہ ان کا موقف واضح اور مدلل رہا۔ 1930 میں آپ نے خطبہ الہ آباد دے کر واشگاف الفاظ میں ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا' آپ مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے کی جنگ لڑتے رہے۔ آپ نے میثاق لکھنو کی مخالفت بھی کی کیونکہ اس میں مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو کم نمائندگی دی گئی اور اقلیتی صوبوں میں نمائندگی زیادہ کر دی جس سے مسلمانوں کو نقصان زیادہ اور فائدہ کم پہنچا۔

آپ نے سائمن کمیشن کی بھی مخالفت کی۔ 1927ء میں پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور 1930ء میں آپ نے یادگار تاریخی خطبے میں ان مسلم اکثریتی صوبوں کی نشاندہی کی جن کو باہم ملا کر ایک مسلم ریاست تشکیل دی جا سکے۔ یہ خطبہ ایک شاعر کا خواب نہ تھا بلکہ یہ ایک عظیم مفکر و مدبر کے برسوں کے فکر و تدبر کا منطقی نتیجہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

"میں پنجاب' شمال مغربی سرحدی صوبے' سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد ریاست کی صورت میں دیکھنا پسند کروں گا۔"

(سعید راشد "تذکرہ اقبال" ص ۲۵۱)

اس ریاست کے قیام کے لیے وہ مسلمانوں کو متحد کرتے رہے۔ اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے کے لیے اقبالؒ نے اپنی شاعری میں عظیم مسلم حکومت اور مسلمانوں کے جذبۂ اخوت کی مثالیں دیں تاکہ برصغیر کے مسلمان بھی یہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ آپ کی شاعری دماغوں کو بیدار کرنے والی اور روح کو تڑپا دینے والی تاثیر رکھتی ہے۔ اقبال کی شاعری نے اس کشمکش کے دور میں مشعل راہ بن کر منزل کے تعین میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ قنوطیت اور یاسیت جو اس دور کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی تھی ان کیفیات سے بلند ہو کر اقبال نے ملی و اصلاحی شاعری کی اور مسلمانوں کو مایوس ہونے سے بچا لیا۔

محبت' اخوت' عمل پیہم کا درس آپ کی شاعری کا ایسا محرک تھا جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی منزل پاکستان کی طرف گامزن کیا۔ آپ تمام عالم اسلام کے اتحاد کے متمنی رہے۔

یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

آپ نسل و رنگ کے خول کو توڑ کر ایک وحدت میں ڈھل جانے کی تعلیم دیتے ہیں۔

نسل گر مسلم کے مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گزر

علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اس کارواں کو آگے بڑھاتے ہوئے رنگ و نسل و وطنیت کے بت پاش پاش کر دیئے۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں وہ ایک قوم کی شناخت رکھتے ہیں وہ ملکوں اور شہروں کے ناموں سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ ان کی اصل پہچان

ایک مسلمان کے سوا کچھ نہیں۔ 1910ء میں مسلم یونیورسٹی کے اسٹریچی ہال میں انگریزی زبان میں ایک لیکچر دیا جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان سے کیا اس میں آپ نے فرمایا:

''قومیت کا اسلامی تصور مغربی اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن نہ اشتراک اقتصادی۔ اسلامی تصور ہمارا وہ اسلامی گھر یا وطن ہے جس میں ہم اپنی زندگی بسر کرتے ہیں جو نسبت انگلستان کو انگریزی اور جرمن کو جرمنی سے ہے وہ اسلام کو ہم مسلمانوں سے ہے۔''

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقبال کی ذات میں مسلم قومیت کا تصور کس قدر راسخ ہو چکا تھا۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

ایک شاعر اور فلسفی کا خواب نظریۂ پاکستان، قراردادِ پاکستان کے لیے راہ ہموار کرتا رہا۔ آخر ایک دن یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا۔ اقبال ایک ایسی مسلم ریاست حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلامی جمہوریت کو اپنایا جا سکے اور ایمان وجذبے کی فراوانی میسر آئے۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

ایک شاعر اور فلسفی کا حساس دماغ پیش آئند خطرات کو بہت جلد بھانپ لیتا ہے اور وہ اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا نہ صرف اقبال کی شاعری بلکہ ان کے خطبات، لیکچرز، بیانات میں ہمیں ایک مکمل مسلمان کا تصور ملتا ہے جو کہ اپنی منزل پاکستان حاصل کرنے کے مسلسل کرب واضطراب کی کیفیت میں جلا ہے۔

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

☆☆☆☆

قسط دوم

علامہ اقبالؒ کے اساتذہ

پروفیسر عبدالکریم قاسم

یہ سلسلہ مضامین ہائیر ایجوکیشن اسلام آباد کی جانب سے شائع شدہ موقر کتاب ''علامہ اقبالؒ کے اساتذہ'' سے بشکریہ لیا گیا ہے۔(ادارہ)

طالب علمی کے زمانہ میں اقبال کے زیر مطالعہ جو کتب رہیں، خوش قسمتی سے ان میں سے کچھ محفوظ ہیں۔ ان کتابوں میں سے کچھ کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا۔ کورس کی کتابوں پر اقبال کی طالب علمی کی تحریریں موجود ہیں۔ زیادہ تر کتابوں پر اقبال نے اپنا انگریزی میں نام جماعت اور سکول و کالج کا نام لکھا ہے، کسی پر کوئی شعر لکھا ہے تو کسی پر موسیقی کے راگ بول، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو موسیقی سے بھی شغف تھا۔ ان کتابوں میں سب سے پرانی کتاب وہ ہے جو اقبال نے نویں جماعت میں پڑھی۔

اساتذہ کے سوانحی خاکے

جگن ناتھ

جگن ناتھ سکاچ مشن سکول کے قدیم طالب علم اور مولوی سید میر حسن کے شاگرد تھے۔ مڈل کے بعد سکاچ مشن سکول سٹی سیالکوٹ میں ملازمت کا آغاز کیا۔ پرائیویٹ طور پر 1895ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کیا۔

94-1893ء میں نویں دسویں جماعت کو انگریزی پڑھاتے تھے۔ دو مرتبہ سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔

اقبال 93-1892ء میں انٹرنس کی جماعتوں میں ان سے انگریزی پڑھتے رہے۔ مشن سکول کی ملازمت سے مستعفی ہو کر 1909ء کے قریب گنڈا سنگھ ہائی سکول سیالکوٹ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

سندر سنگھ

ماسٹر سندر سنگھ سکاچ مشن سکول میں پڑھاتے تھے۔ اقبال اور تقی شاہ (پسر مولوی میر حسن) ان سے ریاضی پڑھنے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر افتخار صدیقی، تقی شاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ (تقی شاہ) اور اقبال عربی، فارسی پڑھنے کے بعد ماسٹر سندر سنگھ کے پاس حساب پڑھنے کے لیے باقاعدہ جاتے رہے۔ ماسٹر سندر سنگھ، مولوی سید میر حسن کے اچھے دوستوں میں سے تھے ان کے کہنے پر ہی تقی شاہ اور اقبال کو سندر سنگھ حساب پڑھاتے رہے۔

سندر داس

سندر داس اردو، انگریزی اور جغرافیہ کے مدرس تھے۔ 1893ء میں سکاچ مشن میں پڑھاتے تھے اور 16 روپے مشاہرہ پاتے تھے۔ اقبال نے ان سے اردو پڑھی۔ سندر داس کا شمار سکول کے محنتی اور قابل اساتذہ میں ہوتا تھا۔

میر حسن، سید مولانا

اقبال کے اساتذہ میں سے مولوی سید میر حسن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اقبال نے ابتدائی دینی تعلیم اور سکول کی باقاعدہ تعلیم سے ایف۔ اے تک ان سے مسلسل رہنمائی حاصل کی اور مولوی صاحب نے بھی اقبال کو اپنی اولاد کی طرح بڑی فراخدلی، شفقت اور محبت کے ساتھ پڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال

کی زندگی اور علم وفن میں مولوی سید میر حسن کی تعلیم وتربیت، شخصیت اور سیرت وکردار کی جھلکیاں پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں۔ اقبال پر مرتسم ہونے والے ان غیر فانی نقوش کا اظہار یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان کے استاد محترم کی شخصیت، علمیت اور سیرت وکردار کا مکمل جائزہ پیش کیا جائے تا کہ عظیم استاد اور خوش قسمت شاگرد کے مابین دینی، دنیوی، علمی وادبی اور روحانی تعلقات کا صحیح ادراک ہوسکے۔

اقبال کے علمی سفر کا آغاز ایک اہم واقعہ ہے۔ مولانا غلام حسن سے ابتدائی دینی تعلیم کے بعد انہیں مولوی سید میر حسن کے سپرد کر دیا جاتا ہے، جن کی دوررس نگاہوں نے اقبال کی ذہانت وفطانت دیکھ کر یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے، چنانچہ انہوں نے بلاتکلف یہ بچہ مولانا غلام حسن سے مانگ لیا تھا۔ اس طرح اقبال مراد میر حسن ٹھہرے۔

اقبال پر خاص توجہ مبذول کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اقبال کے والد شیخ نور محمد اور مولوی سید میر حسن کے تعلقات خوشگوار، دوستانہ اور مخلصانہ تھے۔ اقبال کی تعلیم وتربیت کے معاملے میں باپ اور استاد دونوں نے باہمی مشاورت سے قدم قدم پر اس علم کے پیاسے طالب علم کی بروقت اور مناسب رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، اس لیے اقبال بھی منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتے رہے اور بالآخر کامیابیوں نے اقبال کے قدم چومے۔

خاندانی پس منظر

مولوی سید میر حسن کا شجرۂ نسب انتالیسویں پشت میں حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدینؒ سے جاملتا ہے۔

اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں سید میر حسن کے اجداد میں سے کچھ بزرگ سیالکوٹ میں مستقل طور پر رہنے لگے کیونکہ سیالکوٹ صدیوں سے خداشناس اور اہلِ علم کا مرکز ومحور تھا۔ سید میر حسن کے دادا میر سید ظہور اللہ تقریباً 1775ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انگریزوں کے عہد میں طویل عمر پانے کے بعد 1860ء میں وفات پائی۔ میر ظہور اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے طبیب تھے۔ اس مقدس پیشے سے روزی بھی کماتے تھے اور مخلوق خدا کی بے لوث خدمت بھی کرتے تھے۔ بزرگانِ دین سے خاص لگاؤ رکھتے تھے اور ان کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ میر ظہور اللہ کے چار صاحبزادے میر محمد شاہ، میر احمد شاہ، میر فیض اللہ اور میر نعمت اللہ تھے۔

یہی میر محمد شاہ، میر حسن کے والد تھے باپ دادا کی طرح مذہبی روایات کے پابند تھے، نیک اور خداترس انسان تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ہیں۔ البتہ ان کی وفات 1887ء کے قریب ہے۔ میر محمد شاہ، اسوۂ کامل یعنی اسوۂ رسول ﷺ پر کاربند رہنے کی کوشش کرتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ محنت ومشقت کرکے خوشی محسوس کرتے تھے۔ رزق حلال کا خاص خیال رکھتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خود لاتے تھے۔ میر محمد شاہ کی بیوی یعنی میر حسن کی والدہ کا نام، عطر نشان تھا۔ جن کا تعلق فیروز والا (گوجرانوالہ) سے تھا۔ میر محمد شاہ کے دو لڑکے میر حسن اور عبدالغنی اور دو لڑکیاں زینب بی بی اور نور بی بی تھیں۔

میر حسن کی پیدائش اور تعلیم وتربیت

میر حسن 18 اپریل 1844ء (1258ھ) کو موضع فیروز والا گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے ننھیال اسی گاؤں کے تھے۔ ان کا تاریخی نام رونق بخش تھا۔

میر حسن کا تعلق علمی ودینی گھرانے سے تھا۔ ان کے والد طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کے عالم بھی تھے، چنانچہ میر حسن نے قرآن پاک اور عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ ابتداء ہی میں حافظہ بڑا تیز تھا اور بڑے ذہین تھے۔ سید محمد ذکی شاہ (پسر مولوی سید میر حسن) کی روایت کے مطابق:

''جب ایک پارہ پڑھ چکے تو والد نے فرمایا کہ آموختہ سناؤ'' زبانی یا قرآن مجید سامنے رکھ کر؟'' وہ حیران رہ گئے، جب دیکھا کہ پورا پارہ حفظ کر چکے ہیں تو حفظ کا حکم دیا۔ چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور حافظ میر حسن کہلانے لگے۔ انہوں نے کچھ عرصہ دینی علوم مولانا شیر محمد سیالکوٹی سے حاصل کیے۔ اس زمانے میں عربی فارسی اور قرآنی علوم پر عبور حاصل کرنا ہی علمیت وفضیلت تھی، چنانچہ ان علوم میں زیادہ مہارت حاصل کی۔ وہ بہت محنتی، ذہین اور لائق طالب علم تھے۔ انہیں ذاتی مطالعے کا بہت شوق تھا۔

تاریخی اعتبار سے لاہور اور سیالکوٹ شروع سے علم وادب کے لیے مشہور مراکز رہے ہیں سیالکوٹ کے اسی علمی وادبی اور دینی ماحول کے پیش نظر مولوی سید میر حسن کے والدین بھی روشن خیال اور فراخدل تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی خداداد صلاحیتوں کو صرف اپنے گھر یا مدرسے تک محدود نہ کیا بلکہ بخوشی ضلع اسکول سیالکوٹ میں داخل کرا دیا۔ یہ سکول 1854ء میں بنایا گیا تھا، بعد میں جب 1856ء میں پنجاب میں سررشتہ تعلیم قائم ہوا تو اسے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا اور یہ درس گاہ کامیابی سے چلنے لگی۔

سید میر حسن نے 1861ء میں اس سکول سے آٹھویں جماعت کا امتحان یعنی سینئر ورنیکر اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لیا۔ انہوں نے فارسی زبان وادب میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

مولانا شیر محمد سیالکوٹی کے علاوہ سید میر حسن سیالکوٹ کے دوسرے اہلِ علم حضرات مولانا محبوب عالم اور مولانا بشیر احمد سے بھی عربی اور فارسی پڑھتے رہے۔ سولہ سترہ برس کی عمر میں انھیں مروجہ علوم پر عبور حاصل ہو گیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے دیگر علوم کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور گہرے تدبر اور غور وخوض کے بعد مختلف علوم میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ ان کے تبحر علمی کا نقشہ ان کے بیٹے سید ذکی شاہ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''والد صاحب کو طب، جبر ومقابلہ، اقلیدس، ریاضی، تاریخ، تفسیر، حدیث، فقہ غرض تمام علوم پر عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی اور اردو کے ہزار ہا شعر انہیں یاد تھے اور بات بات پر برمحل اشعار پڑھتے تھے۔''

یہ دنیا کا دستور ہے کہ پیٹ پالنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ میر حسن جو 1861ء تک حصول علم کے مراحل طے کرتے رہے، عملی زندگی میں 'کچھ نہ کچھ' نے کے اصول پر ایک مسجد میں امامت کرانے لگے۔ حسب دستور جب شام کو کسی گھر سے کھانا آیا اور آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ پر سکتہ طاری ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر یہ امامت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

ملازمت

سید میر حسن کو جس سکول میں پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا اسی میں ایک استاد کی ضرورت پڑی۔ مولوی صاحب نے درخواست دے دی۔ آپ کی علمی وادبی قابلیت مسلمہ تھی، اس لیے ملازمت مل گئی اور ضلع سکول سیالکوٹ میں عربی وفارسی پڑھانے لگے۔ یہ 1861ء کی بات ہے ان کی تنخواہ 9 روپے ماہوار مقرر ہوئی۔

اس زمانے میں سکاچ مشن نے ایک خاص منصوبے کے تحت تعلیمی ادارے کھولنے شروع کیے۔ سکاچ مشن نے شہر سیالکوٹ میں 1857ء میں ایک شاخ قائم کی اس مشن کے بانی ریورنڈ تھامس ہنٹر تھے۔ 1862ء میں مشن نے سیالکوٹ چھاؤنی میں ایک سکول کھولا۔ اسی طرح سیالکوٹ سکاچ مشن چرچ آف سکاٹ لینڈ نے وزیر آباد شہر میں 1863ء میں ایک پرائمری سکول کھول کر اپنی شاخ قائم کی۔ وزیر آباد کے اس نئے سکول کے لیے اساتذہ کی ضرورت پڑی۔ سید میر حسن نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور درخواست دیدی۔ مولوی صاحب کو اس ادارے میں ترقی کے روشن امکانات نظر آ رہے تھے۔ مسٹر پیٹرسن (Paterson) سکاچ مشن کے مشنری تھے۔ انہوں نے سید میر حسن کو بطور مدرس السنہ شرقیہ سکاچ مشن وزیر

آباد تعینات کر دیا۔

چونکہ یہ انگریزوں کا دورِ حکومت تھا۔ سید میر حسن اپنے خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے فرنگیوں کی ملازمت اختیار کی، اس لیے گھر والوں نے مخالفت کی اور اسی غم میں رات کو گھر میں دیا بھی نہ جلایا، لیکن سید میر حسن عزم صمیم لے کر تدریس کی روشن راہوں پر روانہ ہو چکے تھے۔ ان کے اندر چھپا ہوا بہترین کامیاب، مثالی، باصلاحیت اور باکردار استاد منظر عام پر نمودار ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے شاگردوں کا حلقہ بڑھتا چلا گیا۔ وزیر آباد اور سیالکوٹ کے درمیان تقریباً 25 میل کا فاصلہ تھا بقول سید محمد ذکی شاہ:

''وہاں ہر ہفتے پیدل جاتے اور پیدل آتے''۔

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عقل اسے تسلیم نہیں کرتی کہ ایک انسان ہفتہ کے روز پچھلے پہر وزیر آباد سے پیدل سیالکوٹ آئے اور پھر اگلے روز اتوار کے پچھلے پہر سیالکوٹ سے واپس وزیر آباد جائے۔''

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین کی رائے سے درج ذیل وجوہ کی بناء پر اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

پرانے زمانے کے رسم و رواج اور ذرائع آمدورفت میں عدم سہولت کے باعث 25 میل سے بھی زائد فاصلہ پیدل طے کرنے کی روایات زبان زد خاص و عام ہیں۔ خاص طور پر عدالتوں کی پیشی کے لیے لوگ قدیم زمانے میں اتنا سفر کر لیتے تھے۔ ہمارے ضلع میانوالی کے دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں اب بھی ایسے لوگ زندہ ہیں جو انگریز کے دور میں عدالتوں میں جانے کے لیے اس سے بھی زیادہ فاصلہ پیدل طے کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات نہ تو خلاف عقل ہے اور نہ خلاف فطرت۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی سید میر حسن ملازمت کے سلسلے میں پہلی مرتبہ گھر سے دور گئے تھے۔ اس لیے شروع شروع میں اپنے والدین سے ملنے وہ ہر ہفتے کے بعد آتے جاتے رہے ہوں اور بعد میں جب دونوں طرف سے طبیعتوں میں ٹھہراؤ اور اطمینان پیدا ہو گیا ہو تو مہینے کے بعد سیالکوٹ آتے اور جاتے رہے ہوں۔ یہ سب کچھ انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

بچوں میں حصول علم کا جذبہ اور سچی لگن پیدا کرنے کا گر سید میر حسن کو خوب آتا تھا۔ وزیر آباد مشن سکول میں تدریس کے دنوں میں ایک طالب علم حاکم رائے کو تعلیم کی ترغیب دی اور اسے شوق سے پڑھایا۔ (مذکورہ طالب علم پڑھائی چھوڑ چکا تھا) مولوی صاحب اس مشن میں کامیاب رہے۔ اس طالب علم نے اعلیٰ درجے تک تعلیم مکمل کی اور پھر ملازمت کرتے کرتے سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفسز کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔ (اقبال کے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن)

1868-69ء میں مولوی سید میر حسن نے اپنا تبادلہ سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں کرایا۔ یہاں بھی وہ عربی و فارسی کی تعلیم دینے لگے۔ اپنے شہر کے سکول میں تبادلہ ہوا تو مولوی صاحب نے سکھ کا سانس لیا۔ انہیں والدین، عزیز و اقارب اور دوستوں میں مل بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ اب انہوں نے زیادہ یکسوئی اور توجہ سے طلباء کو پڑھانا شروع کیا۔

سید میر حسن، سرسید احمد خان کی علمی تحریک سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان نوجوان پڑھ لکھ کر ترقی کریں اور جدید علوم و فنون میں مہارت حاصل کریں، چنانچہ وہ مسلمان طلباء کی بطور خاص حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ معاشی ناہمواری، جہالت، پسماندگی اور غربت نے مسلمانوں کو ہر لحاظ سے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ایسے میں سید میر حسن جیسے فقید المثال استاد کا وجود نعمت عظمیٰ سے کم نہیں تھا۔

سید میر حسن کے کریمانہ اخلاق، شفقت اور طرز تدریس کا اثر تھا کہ ہندو، سکھ اور انگریز طلبا اور اساتذہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کی سوانح میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ ان کے شاگردوں میں بہت سے اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے والے نہ صرف خود بلکہ ان کے افراد خانہ اور اولاد بھی اس مقتدر ہستی کی عزت و تکریم کرتی تھی۔

(جاری)

گورنر سرحد کا دورہ وزیرستان

قاضی فضل احمد

جنوبی وزیرستان ایجنسی ایک پسماندہ ایجنسی ہے لیکن قبائل سب سے زیادہ امن پسند' جمہوری لوگ ہیں۔انہوں نے ہمیشہ پاکستان کی بقاء' سالمیت کے لئے قربانیاں دی ہیں۔

افغانستان کی صورت حال کی وجہ سے عالمی دنیا میں قبائل کے حوالے سے انتہا پسندی' امن و امان اور دہشت گردی سے متعلق تاثر کو زائل کرنا ضروری چاہئے۔حصول آزادی سے قبل ان قبائل نے وطنِ عزیز کی آزادی کی خاطر قربانی اور ایثار کی جو داستانیں رقم کی ہیں وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں اور اب بھی قبائل اسی جذبہ سے پاکستان کی بقا' سالمیت' استحکام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ موجودہ حکومت بالخصوص صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور گورنر سرحد جنرل (ر) علی محمد جان اورکزئی قبائلی عوام کو قومی دھارے پر لانے کے لئے متعدد اقدامات کر رہے ہیں۔جن کے ثمرات قبائلی عوام کو میسر ہوں گے۔

قبائلی علاقوں کی ترقی کے سلسلے میں گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل (ر) علی محمد جان اورکزئی نے جنوبی وزیرستان ایجنسی کا دورہ کیا۔ وانا (ہیڈ کوارٹر) پہنچنے پر ان کا پُر جوش طریقے سے استقبال کیا گیا اور انہیں روایتی پگڑی پہنائی گئی۔یہاں گورنر سرحد نے 500 افراد پر مشتمل قبائلی زعماء کے ایک جرگے سے خطاب کرتے ہوئے ایجنسی کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے 56 ملین روپے کے خصوصی پیکج کا اعلان کیا۔جس سے تعلیم' صحت' مواصلات' زراعت' لائیو سٹاک' پبلک ہیلتھ کے شعبوں میں جاری ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل ہوگی اور نئے منصوبے بھی شروع کئے جائیں گے۔

ایجنسی میں رواں مالی سال کے دوران مختلف ترقیاتی منصوبوں پر ایک ارب تیس کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔جس سے قبائلی عوام کا معیارِ زندگی بلند ہونے کے ساتھ ساتھ علاقہ میں ترقی اور سبز انقلاب آئے گا۔ ایجنسی میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے تین کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔

ایجنسی کے مختلف علاقوں میں 250 ہینڈ پمپ لگائے جائیں گے۔گورنر سرحد نے کہا کہ جنوبی وزیرستان ایجنسی پُر امن ایجنسی ہے۔ اس میں میگا پراجیکٹ شروع کئے جائیں گے۔ ایجنسی میں چار ڈیمز بنائے جائیں گے جبکہ ایک ڈیم پر بہت جلد کام شروع کیا جائے گا۔

ایجنسی میں دیرینہ مسئلہ سیلابی پانی سے ہزاروں ایکڑ اراضی کا ضیاع ہے۔سیلابی پشتوں کی تعمیر کے لئے تین کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ان کی تعمیر سے زمینی کٹاؤ سے محفوظ رہنے کے علاوہ سینکڑوں ایکڑ اراضی کو قابل کاشت بنانے میں مدد ملے گی۔

گورنر سرحد نے ایجنسی میں زکوٰۃ سسٹم کو فعال بنانے کا بھی اعلان کیا۔اس نظام سے قبائلی علاقہ میں غریب عوام کو مالی امداد ملے گی۔تعلیم کی شرح خواندگی کو بڑھانے کے لئے علاقہ میں سکول کھولے جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ وزیر اور محمود علاقہ میں ایک ایک گرلز ہائی سکول کھولا جائے گا جس سے شرح خواندگی میں اضافہ ہوگا۔انہوں نے کہا کہ پچاس میٹرک پاس نوجوانوں کو پاکستان آرڈیننس فیکٹری میں تربیت دی جائے گی اور ملازمت کے مواقع بھی

فراہم کئے جائیں گے۔

گورنر نے کہا کہ محسود اور وزیر احمد زئی قبائل کے لئے ایف سی میں ایک ایک پلاٹون بنائی جائے گی۔ گورنر سرحد نے اپنے خطاب میں لیوی فورس کے قیام کا اعلان کیا جس میں 900 افراد کو بھرتی کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں پولیٹیکل ایجنٹ منیر اعظم نے لیوی فورس میں بھرتی کے لئے جنوبی وزیرستان کے سکونتی افراد سے درخواستیں طلب کی ہیں۔ بھرتی میرٹ کی بنیاد پر ہوگی۔ پہلے مرحلہ میں 225 افراد کا انتخاب کیا جائے گا۔

زراعت کے شعبہ کی ترقی کے لئے ایک کروڑ 16 لاکھ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ زڑی نور میں 58 لاکھ کی لاگت سے فارم سروسز سنٹر قائم کیا جائے گا۔ جہاں زمینداروں کو مفید مشوروں کے علاوہ ٹریکٹروں کی فراہمی بھی کی جائے گی۔ فروٹ کے فروغ کے لئے 100 ایکڑ زمین کو بھی استعمال کیا جائے گا۔ موجودہ باغات کو بھی فعال بنانے کے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

جنوبی وزیرستان ایجنسی میں گرلز کالج کی عمارت تکمیل کے آخری مراحل میں ہے جبکہ ایجنسی میں سرکاری خواتین اہلکاروں کے لئے ہوسٹل بھی تعمیر کیا جارہا ہے۔

گورنر سرحد کے دورہ کے دوران پولیٹیکل ایجنٹ کیپٹن (ر) منیر اعظم کے علاوہ چیف سیکرٹری فاٹا جاوید اقبال، قومی تعمیر نو کے محکموں کے سربراہان بھی ہمراہ رہے۔ قبائلی ملکان اور عمائدین نے گورنر سرحد کے دورہ کو نہایت کامیاب قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ایجنسی کے نامساعد حالات کے باوجود گورنر نے ایجنسی کا دورہ کیا جو کہ ہمارے لئے فخر کی بات ہے۔

انہوں نے کہا کہ جرگہ کے دوران ہونے والے واقعہ کے باوجود گورنر سرحد نے حمرات مندی سے اپنی تقریر جاری رکھی اور کہا کہ ہمارے حوصلے پست نہیں ہوں گے بلکہ شرپسند عناصر کو شکست ہوگی۔ وہ دن دور نہیں جب یہ ایجنسی ترقی کی راہ پر گامزن ہوگی۔

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دل ہر رہ میں غوغائے ستا خیز ہے ساقی
متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

(بال جبریل)

ایف ڈبلیو او کا منصوبہ

طورخم جلال آباد شاہراہِ افغانستان

میجر (ریٹائرڈ) زاہد اسلم راجہ

فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن معرضِ وجود میں آنے کے بعد قومی تعمیر و ترقی کے بہت سے عظیم منصوبوں کو مکمل کر چکی ہے۔ قراقرم ہائی وے کی تکمیل کے بعد جسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ قرار دیا گیا ہے، یہ ادارہ سول انجینئرنگ کے دیگر کئی منصوبوں کی تکمیل کر کے اپنی مہارت کا لوہا منوا چکا ہے۔ بعض ناممکن منصوبوں کی تعمیر کا مشن اسی ادارے کی خصوصیت ہے جہاں دوسرے کنسٹرکشن ادارے پیچھے رہ گئے۔ سول انجینئرنگ ورکس کے ہر طرح کے منصوبوں میں اوپن مقابلہ میں شمولیت کے تحت ادارہ نے طورخم جلال آباد روڈ اور لاہور شیخوپورہ فیصل آباد روڈ کی تعمیر، ملکیت اور ٹرانسفر بنیادوں پر مکمل کر کے کامیابی کی نئی منزلیں طے کی ہیں۔ حکومت پاکستان، افغانستان کی تعمیرِ نو کے پانچ سالہ منصوبہ میں شریک ہے۔ افغانستان میں سڑکوں کی تعمیر نو کے لئے 30 ملین روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ طورخم جلال آباد روڈ پراجیکٹ پاکستان کی سرحد طورخم سے شروع ہو کر جلال آباد کے نواح میں ختم ہوتا ہے۔ جلال آباد ننگر ہار صوبے میں واقع ہے۔ جہاں سے کابل کو اہم راستہ جاتا ہے۔ طورخم، جلال آباد شاہراہ کی لمبائی تقریباً 75 کلومیٹر ہے۔ ایف ڈبلیو او کو یہ منصوبہ 2005 میں نیشنل ہائی وے اتھارٹی نے سپرد کیا۔ معاہدے کی رو سے پراجیکٹ ستمبر 2006 میں مکمل ہونا تھا، تاہم ایف ڈبلیو او نے مقررہ مدت سے دو ماہ قبل ہی یہ منصوبہ مکمل کر دیا، جس کے دوران لاجسٹکس کی کئی دشواریاں حائل تھیں۔ پراجیکٹ پر کام تین سیکشنز میں شروع کیا گیا اور دونوں اطراف سے ہر سیکشن پر دو ٹیمیں تعمیراتی کام پر مامور تھیں۔

کچھ کام مقامی افغان ٹھیکیداروں کے سپرد کیا گیا اور مقامی افغان آبادی کی، روزگار کے سلسلے میں چھوٹے کاموں کی انجام دہی کے لئے، خدمات حاصل کی گئیں۔

بظاہر تعمیرِ نو کے الفاظ اور بحالی کی اصطلاح کے بجائے منصوبے کی اصل روح اس سڑک کی نئے سرے سے مکمل تعمیر نو تھی، جس میں 60 سینٹی میٹر کی اوسط بلندی تک اسے اٹھانا شامل تھا۔

یہ مجموعی طور پر 12 میٹر چوڑی سڑک ہے جس میں 7 میٹر چوڑا کیرج وے اور دونوں اطراف میں دو میٹر چوڑی پٹیاں (شولڈرز) اور بیرونی بازوؤں پر نصف میٹر ہموار شدہ زمینی پٹی شامل تھی۔

افغانستان میں شاہراہوں کی تعمیر کے ضمن میں یہ منصوبہ معیاری کام اور کم سے کم مدت میں تکمیل کے لحاظ سے واحد اور مثالی منصوبہ ہے۔ موجودہ ماحول اور عالمی معیارات کے مطابق تعمیر کو یقینی بنانے کے لئے تمام ساز و سامان ٹیسٹ کرنے کے لئے نیسپاک کے اعلیٰ کوالٹی کنٹرول کوالیفائیڈ ماہرین کی زیرِ نگرانی ایک لیبارٹری قائم تھی۔

اس سڑک کا افتتاح وزیرِاعظم پاکستان شوکت عزیز نے 12 ستمبر کو افغانستان کے صدر حامد کرزئی کے ساتھ ایک رنگارنگ تقریب میں کیا۔ غیر ملکی سفارت کار بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اس سڑک کی تعمیر سے قومی تجارتی راستہ کھلے گا جو وسطی ایشیائی ریاستوں کے لئے تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر جائے

گا۔سڑک کی تعمیر سے 72 گھنٹوں کی مسافت 36 گھنٹے میں طے ہوگی۔

جلال آباد کے گورنر نے میڈیا سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ ایف ڈبلیو او نے اس منصوبے کی تکمیل سے دنیا کے دیگر تعمیراتی اداروں کے لئے ایک مثال قائم کی ہے جو شاہراہوں کی تعمیر کے ضمن میں ایک نادر نمونے کا درجہ رکھتا ہے۔ایف ڈبلیو او کا قائم کردہ کوالٹی اور معیار لاثانی ہے اور پورے افغانستان میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

ایف ڈبلیو او جسے ابتداء میں سڑکوں کی تعمیر کے لئے قائم کیا گیا تھا اپنے ہنر اور مہارت کی وجہ سے بہت ترقی کر چکا ہے۔آج اس کا نام کوالٹی اور رفتار کے ہم معنی بن چکا ہے۔یہ ادارہ مہارت کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے عالمی تعمیراتی اداروں کی صف میں نمایاں مقام پا چکا ہے۔یہ ادارہ تھرمل ہائیڈل پاور، نکاسی، نہریں، بند، سرنگیں، ہائی ویز اور ہوائی اڈوں کی تعمیر سمیت پی ٹی سی ایل کے مواصلاتی منصوبوں، واپڈا، ریلوے کے سول ورکس منصوبوں، سروسز، شہری ترقیاتی منصوبوں اور آبپاشی کے محکموں کے انتہائی باوقار اور فنی اعتبار سے جدید ترین منصوبوں پر تسلی بخش کام کر رہا ہے۔ایف ڈبلیو او کے منصوبے پورے پاکستان اور بیرون ملک تک پھیلے ہوئے ہیں۔چاہے قراقرم کی برف پوش چوٹیاں ہوں یا پنجاب کے تپتے میدان، مکران کے ساحل ہوں یا افغانستان کے پتھریلے پہاڑ، یہ ادارہ اپنے کام میں پیش پیش ہے۔

☆☆☆☆

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں وہی تبریز ہے ساقی
نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی
(بال جبریل)

پینے کا صاف پانی.........ملٹری انجینئر سروسز

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) زاہد ممتاز

پینے کا صاف پانی دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آلودہ پانی آبی بیماریوں کا سرچشمہ ہے جو بالخصوص بچوں کو سخت متاثر کرتی ہیں۔ عالمی ادارہ برائے صحت کے ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں ایک ارب لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں اور ہر سال تقریباً 20 لاکھ بچے اسہال کی بیماری سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اگر صاف پانی فراہم ہو جائے تو ان اموات کو روکا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں آبادی کے لئے صاف پانی کے اعداد و شمار انتہائی قابل تشویش ہیں۔ کل آبادی میں 60 فیصد سے زائد افراد کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ زندگی کی اس اہم بنیادی ضرورت میں کمی کے بنیادی اسباب بڑھتی ہوئی آبادی اور مناسب بنیادی ڈھانچے کی عدم دستیابی ہے۔ تعلیم کی کمی اور پانی کی بچت کے طریقوں سے متعلق عدم آگہی سے پانی کی کمی پر قابو پانا مزید مشکل ہو گیا ہے۔

ملک کے سماجی خدمات کے اہم ادارے کنٹونمنٹ بورڈ ملٹری انجینئر سروسز نے صاف پانی کی فراہمی کا بنیادی ڈھانچہ قائم کیا ہے اور اپنے علاقوں میں عوام کے لئے پینے کا صاف پانی فراہم کرنے کا انتظام کیا ہے۔ تمام بڑے شہروں کے کنٹونمنٹ بورڈ کے تعاون سے ملٹری انجینئر سروسز نے عوام کے لئے پینے کا صاف پانی فراہم کیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت کنٹونمنٹ بورڈ کے رہائشی اور قریبی آبادیوں کے عوام پینے کے صاف پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ملٹری انجینئر سروسز نے ان مکینوں کو صاف پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے پانی کی صفائی کے لئے پلانٹ نصب کئے ہیں اور پانی کی فراہمی کے لئے واٹر پوائنٹس قائم کئے ہیں۔ جہاں سے نواحی علاقوں کے عوام پانی بھر کر لے جاتے ہیں۔ ان منصوبوں کی تکمیل کے بعد علاقے کے عوام نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ ان پلانٹس سے نہ صرف ملٹری کو پانی فراہم کیا جا رہا ہے بلکہ سول شہری بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ سب لوگوں کے لئے پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ فوج کے قائم کردہ واٹر سسٹم کا موثر اور بھرپور انتظام کیا گیا ہے۔

حکومت پاکستان صاف ہوا، پانی کی فراہمی اور خشک سالی پر قابو پانے کا منصوبہ بنا رہی ہے جسے آئندہ پانچ سالہ سماجی ترقی کے منصوبے میں اولین ترجیح دے رہی ہے۔ ملٹری انجینئر سروسز کے اقدامات قومی ماحولیاتی منصوبے کے لئے ماڈل کا کام دے سکتے ہیں جس پر باقی سماجی ادارے عمل کر سکتے ہیں۔

راولپنڈی کنٹونمنٹ ایریا کو پانی کی فراہمی ٹوپی پمپنگ سٹیشن سے کی جاتی ہے۔ جی ای (آرمی) سروسز ایکسین سکندر حیات چوہدری کی زیر نگرانی ایوب نیشنل پارک کے قریب ٹوپی کے ایریا میں قائم اس سٹیشن میں راول ڈیم جھیل سے پانی کی سپلائی ہوتی ہے۔ ڈیم سے آنے والے اس پانی کو ٹوپی پمپنگ سٹیشن پر طاقتور الیکٹرک موٹرز اور پمپس کے ذریعے ایوب نیشنل پارک میں قائم واٹر ریزروائر میں پہنچایا جاتا ہے۔ 1964ء کی بنی ہوئی موٹرز کو اب 2005ء ماڈل کی موٹرز سے تبدیل کیا جا چکا ہے۔ جس کا باقاعدہ افتتاح 19 اگست 2005ء کو پاک

فوج کے سابق انجینئر انچیف لیفٹیننٹ جنرل محمد زبیر نے کیا تھا۔جس پر 280 ملین روپے لاگت آئی۔ یہاں 2x11 کے وی واپڈا فیڈر اور ہنگامی حالت کے لئے ایک ڈیزل انجن جنریٹر نصب ہے اور جہاں 24 گھنٹے، سٹاف ڈیوٹی پر حاضر رہتا ہے۔اس منصوبے کی نگرانی کے لئے ایک SDO تین سپر وائزر اور نو موٹر پمپس آپریٹرز شامل ہیں۔

یہاں نصب موٹر پمپس فی گھنٹہ 2 لاکھ 24 ہزار گیلن پانی اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور ایوب نیشنل پارک میں قائم ریزروائر ٹینک میں پہنچاتی ہیں۔جو 55 میٹر بلندی پر ایوب پارک میں قائم ہے۔دوسری انڈر گراؤنڈ واٹر ریزر وائر جن کی گہرائی 16 فٹ اور گنجائش 23 لاکھ گیلن ہے، 29 مئی 1983ء کو قائم کئے گئے۔اس کے علاوہ یہاں دو اوور ہیڈ واٹر ٹینک بھی ہیں جن کی مجموعی گنجائش 15 لاکھ گیلن ہے اور یہ 1983ء میں تعمیر کئے گئے۔ 2003 میں واٹر کیمکل ٹریٹمنٹ سے اس میں ہونے والی لیکج کی مرمت کی گئی۔

پانی کی صفائی کلورین کے ذریعے ہوتی ہے تا کہ اسے آلودگی سے پاک رکھا جا سکے۔اس کے علاوہ اس کی نگرانی پر عملہ مقرر ہے تا کہ کسی طرح مضر صحت اجزاء اس میں شامل نہ ہو سکیں۔ایم ای ایس کی زیر نگرانی روزمرہ صاف پانی کی فراہمی کے لئے قائم کئے گئے واٹر پوائنٹس کی تعداد 10 ہے۔ان فلٹریشن پلانٹس سے ٹریٹمنٹ کیا گیا صاف پانی روزانہ 10 گھنٹے تک شہری حاصل کر سکتے ہیں۔فی پلانٹ اوسط سپلائی تقریباً 15 ہزار گیلن روزانہ بنتی ہے۔جن علاقوں کو پانی سپلائی کیا جاتا ہے ان میں شاہین روڈ چکلالہ، 502 ورکشاپ، اڈیالہ روڈ، لال کرتی ایریا، مارگلہ روڈ، جی ایچ کیو، آرمی میڈیکل کالج، ملٹری ہسپتال کا علاقہ، ویسٹریج، گولڑہ اور دھمیال روڈ شامل ہیں۔ٹوپی پمپنگ سٹیشن کے ساتھ ہی ملحق واٹر باؤزر پوائنٹ قائم ہے جو 1894ء میں ملکہ برطانیہ کے دور میں قائم ہوا۔

ٹوپی پمپنگ سٹیشن سے کنٹونمنٹ کی ڈیڑھ لاکھ آبادی پانی کی سہولت سے مستفید ہو رہی ہے۔جہاں سے پاک فضائیہ کو 1 تا 7 ملین گیلن پانی کی فراہمی جاری ہے۔جس میں چکلالہ سکیم ون اور تھری شامل ہیں۔عسکری I,II اور V کو ایک ملین گیلن، چکلالہ کینٹ اور عسکری ولاز کو پانچ لاکھ گیلن پانی فراہم کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ گلستان کالونی، مریڑ حسن، لال کرتی کا علاقہ، خادم حسین روڈ، ڈھیری حسن آباد، اڈیالہ روڈ، المستاز کالونی، راہ امن، جہلم روڈ، فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال، الشفاء ہسپتال، مورگاہ کالونی، کوٹھہ کلاں، نیو لالہ زار تلہ روڈ، 502 ورکشاپ کے علاقے شامل ہیں۔

ماحولیاتی مسائل پر ملٹری انجینئر سروسز کے اقدامات سے آلودگی کا خاتمہ اور کنٹونمنٹ کے عوام کے بنیادی مسائل حل ہوں گے۔مجموعی قومی ماحولیاتی منصوبے سے تعاون کی بدولت پانی کی کمی کے مسئلے کے فوری حل کی راہیں تلاش کی جا سکیں گی۔

پاکستان فٹ بال فیڈریشن کے شاندار اقدامات

سید انوار غالب

موجودہ پی ایف ایف 28 اگست 2003ء کو قائم ہوئی اور جناب ارشد خان لودھی نے 18 ویں جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کرسی سنبھالی۔

اکتوبر 2003ء میں فیفا کانگرس بمقام دوحا (قطر) ارشد خان لودھی نے فیفا کے صدر سیپ بلیٹر سے ملاقات کی۔ جنہوں نے پی ایف ایف کی شاندار حکمت عملی پر گول پراجیکٹ ایوارڈ کیا اور آج لاہور کی فیروز پور روڈ پر ایک جدید فٹبال ہاؤس موجود ہے۔ جو پی ایف ایف کا سیکرٹریٹ ہے۔ اس منصوبہ کے لئے زمین کی دستیابی پی ایف ایف کی ذمہ داری تھی اور ارشد خان لودھی نے پنجاب گورنمنٹ سے رجوع کر کے اس معاملے کو نہایت خوش اسلوبی سے پورا کیا۔

پی ایف ایف کے سابقہ 17 جنرل سیکرٹریز کو منصوبہ بندی پر یقین نہ تھا لیکن ارشد خان لودھی نے لانگ ٹرم پلاننگ پر تکیہ کیا اور 2004ء سے باقاعدہ سال کی فٹبال سرگرمی کا کیلنڈر فراہم کیا جاتا ہے۔

پی ایف ایف نے ایشین فٹبال کلب چمپئن شپ میں پاکستانی ٹیموں کی شرکت، جو رکی ہوئی تھی اس کو دوبارہ بحال کیا جس کے پیش نظر 2005ء میں پاکستان واپڈا نے نیپال اور 2006ء میں پاکستان آرمی نے ملائشیا کا دورہ کیا۔

ایشین فٹبال کنفیڈریشن AFC کے صدر محمد بن حمام پی ایف ایف سے نہایت متاثر ہیں اور AFC نے اپریل 2006ء میں پی ایف ایف کو اے ایف سی انڈر 14 فیسٹیول آف فٹبال دیا جس کے مقابلے اسلام آباد میں ہوئے جبکہ 2007ء میں پی ایف ایف تیسرے اے ایف سی پریذیڈنٹ کپ کا انعقاد کرے گا۔

2005ء میں اے ایف سی ریفرنگ انسٹرکٹر کورس بھی پاکستانی زمین پر ہوا۔

فیفا کے احکامات پر پی ایف ایف نے ناممکن کو ممکن بنایا۔ جب ستمبر 2005ء میں پہلی قومی ویمن فٹ بال چیمپئن شپ کی داغ بیل ڈالی گئی اور ویمن سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں فیفا کے حکام نے شرکت کی۔

ویمن فٹ بال کے حوالے سے فیفا کے صدر سیپ بلیٹر نے ایک لیٹر کے ذریعے پی ایف ایف کے اقدامات کو خراج تحسین پیش کیا جبکہ فائنل کے موقع پر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ایک پیغام کے ذریعے پی ایف ایف کو سراہا اور وزیر اعظم شوکت عزیز نے اس کو اس قدر سراہا کہ ان کی ہدایت پر PTV نے فائنل براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا۔

جون 2005ء میں پی ایف ایف نے پہلی انڈو پاک فٹ بال سیریز کی داغ بیل ڈال کر لاکھوں شائقین کا دل جیتا اور ہزاروں تماشائیوں نے تین ٹیسٹ کوئٹہ، پشاور اور لاہور میں دیکھے۔ اس سیریز کے تمام مقابلے Ten Sports نے براہ راست ٹیلی کاسٹ کئے اور یہ پہلا موقع ہے کہ کسی سٹیلائیٹ چینل نے پی ایف ایف کے کسی ایونٹ کو کوریج دی۔

پاک بھارت سیریز کے آخری دن وزیر اعظم شوکت عزیز اور وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے پنجاب سٹیڈیم کے لئے فنڈ کا اعلان کیا جس کے پیش نظر اس اسٹیڈیم میں فلڈ لائٹس نصب کی جا رہی ہیں اور یہ فروغ فٹ بال کی جانب ایک شاندار قدم ہوگا۔

موجودہ فیڈریشن نے فرسودہ ڈومیسٹک سٹرکچر کو ختم کر کے قومی فٹ بال چیمپئن شپ کو تین ڈویژن میں تقسیم کیا ہے اور اس کے تحت کئی نئے کھلاڑی منظر عام پر آ رہے ہیں۔

پی ایف ایف کی سخت جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کی درجہ بندی جو مارچ 2005ء میں 177 تھی اب 153 ہے اور پاکستان کو فیفا نے Best Mover کا خطاب دیا ہے۔

دسمبر 2005ء میں پی ایف ایف نے چھٹی سیف چیمپئن شپ کا انعقاد کراچی میں کیا اور یہ پاکستان فٹ بال کی 58 سالہ تاریخ کا سب سے بڑا ایونٹ تھا جس میں 8 ملکوں نے شرکت کی۔

پاکستان نے 2004ء میں سیف گیمز فٹ بال میں تین گولڈ کے اس ریکارڈ کو برابر کیا جس کا دعویدار بھارت تھا۔ 2004ء سے قبل بھارت نے تین طلائی تمغے لئے تھے لیکن 9 ویں سیف گیمز 2004ء میں پاکستان نے اس ریکارڈ کو برابر کر دیا۔

پی ایف ایف کھلاڑیوں کی فلاح و بہبود کے لئے نہایت سنجیدہ ہے۔ ہر ایونٹ کے دوران ٹیموں، کھلاڑیوں کو کیش پرائز و قیمتی انعامات دیئے جاتے ہیں۔ محمد عیسیٰ کو یو اے ای کے خلاف گول کرنے پر ایک لاکھ روپے نقد دیئے گئے جبکہ جعفر خان کو سیف چیمپئن شپ میں شاندار گول کیپنگ کرنے پر ایک لاکھ روپے دیئے گئے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے ٹاپ 10 کھلاڑی ماہوار سنٹرل کانٹریکٹ سسٹم کے ذریعے بھی خوشحال ہو رہے ہیں۔

کھلاڑیوں کے علاوہ پی ایف ایف کوچز و ریفریز پر بھی توجہ دے رہی ہے۔ اس سال تین کوچنگ کورس پشاور، اسلام آباد اور لاہور میں ہوئے اور مزید کورسز جولائی تا دسمبر 2006ء ہوں گے۔

پاکستان نے ماضی میں وسطی ایشیا کی ٹیم کو کبھی نہیں ہرایا تھا لیکن بحرین سے تعلق رکھنے والے کوچ سلمان شریدہ کی ٹریننگ میں پاکستان نے 2 اپریل 2006ء کو ڈھاکہ میں کرغستان کو اے ایف سی چیلنج کپ میں شکست دی۔

سلمان شریدہ کی کوچنگ میں پاکستان نے سیف چیمپئن شپ 2005ء میں لگاتار 314 منٹ گول نہ کھا کر سیف ریکارڈ بنایا۔

پی ایف ایف نے 2006ء میں فٹسال Futsal کی بھی بنیاد ڈالی جب مئی 2006ء میں پاکستانی ویمن فٹ بال ٹیم نے اردن کا دورہ کیا۔ فٹسال کا کھیل کافی پرانا ہے مگر سابقہ PFF نے اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہ کی۔

پی ایف ایف نے یوتھ ڈویلپمنٹ فٹبال پر نظریں مرکوز کی ہیں اور ہر سال تین نو عمر کھلاڑیوں کو قومی ایونٹ کیلنڈر میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس سال اکتوبر میں قومی اسکولز چیمپئن کی بھی ابتدا کی جائے گی۔

پاکستان فٹ بال فیڈریشن کی ویب سائٹ www.pff.com.pk ساری دنیا میں دیکھی جاتی ہے اور روزانہ 500 سے زائد افراد اس کی visit کرتے ہیں۔ پی ایف ایف کا میڈیا محکمہ بھی اپنی مثال آپ ہے اور فیفا اور اے ایف سی نے اس محکمے کی نہایت شاندار طریقے سے تعریف کی ہے۔ میڈیا محکمہ اور ویب سائٹ بھی موجودہ پی ایف ایف کا کارنامہ ہے۔

☆☆☆☆

جَو کا دلیا

محمد یونس حسرت

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز ایک بہت بڑی سلطنت کے خلیفہ ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔

ایک بار اُنھیں اطلاع ملی کہ سپہ سالار کے باورچی خانے کا روزانہ خرچ ایک ہزار درہم ہے۔ اُنھیں بڑا دکھ ہوا کہ جس رقم پر یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے، اُسے سپہ سالار یوں اُڑا رہا ہے۔ اُنھوں نے سپہ سالار کو پیغام بھیجا کہ تم سے کچھ صلاح مشورہ کرنا ہے کل دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ۔

دوسرے دن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ خوب لذیذ اور مزیدار کھانے تیار کیے جائیں اور ساتھ ہی جو کا دلیا بھی بنایا جائے۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔

جب سپہ سالار آیا تو حضرت عمرؓ عبدالعزیز نے اُس کے ساتھ باتیں شروع کر دیں اور اتنی دیر تک باتیں کرتے رہے کہ سپہ سالار کے پیٹ میں بھوک کے مارے چوہے دوڑنے لگے۔ وہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے ادب کی وجہ سے زبان سے تو کچھ نہیں کہ سکتا تھا مگر اُس کے چہرے سے صاف پتا چل رہا تھا کہ بھوک سے اُس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

جب حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ اب زیادہ دیر تک بھوک برداشت کرنا سپہ سالار کے لیے ممکن نہیں ہے تو اُنھوں نے اپنے خادم سے کہا:

"ہمارا کھانا لاؤ"

خادم نے جَو کا دلیا لا کر اُن کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے سپہ سالار سے کہا: "بسم اللہ کیجیے۔"

سپہ سالار کو بڑے زور کی بھوک لگی تھی، وہ جَو کا دلیا کھانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ عبدالعزیز نے پھر اپنے خادم سے کہا:

"ہمارے مہمان کا کھانا لاؤ"

خادم نے مہمان کے لیے جو لذید کھانے تیار کیے تھے وہ سب سامنے لا رکھے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالغریز نے سپہ سالار سے کہا:۔

"یہ جَو کا دلیا تو میرے لیے تھا۔ آپ کا کھانا یہ ہے، شوق فرمایئے۔"

سپہ سالار نے جواب دیا "میرا پیٹ تو جو کا دلیا کھا کر ہی بھر گیا ہے۔ اب میں ایک لقمہ بھی نہیں لے سکتا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے کہا:

"اس جو کے دلیے پر مشکل سے ایک درہم خرچ آیا ہے۔ جب تمھارا پیٹ ایک درہم میں بھر سکتا ہے تو تم ہر روز اپنے کھانے پر ایک ہزار درہم کیوں خرچ کرتے ہو؟ یہ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ یہی ایک ہزار درہم اگر تم غریبوں اور مسکینوں کو دو تو خدا تم سے کتنا خوش ہوگا۔"

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کی ان باتوں نے سپہ سالار کے دل پر بڑا اثر کیا اور اُس نے اُسی وقت فضول خرچی سے توبہ کر کے سادہ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا۔

بشیر رحمانی

23 مارچ

عزم کا اک پُر جوش سمندر
آزادی کے سیپ اور موتی
موجِ رواں کی گود میں لے کر
پھیل گیا تھا قریہ قریہ
ہم بھی چلے تھے، تم بھی چلے تھے
قصرِ طلب پر لپکے سارے
نفرت کے شعلوں کو بجھا کر
جذبِ محبت دل میں سجا کر
عشق سفر میں زادِ سفر تھا
منزل منزل ذوقِ نظر تھا
اور ہتھیلی پر ہر سر تھا
ظلم وستم کے طوفانوں سے
قیدی نکلے زندانوں سے
خون مجاہد جس دم ٹپکا
قریۂ شب سے سورج نکلا

نور سے ظلمت ہار چکی تھی
روشن لمحے رقص میں آئے
خاک وخوں کی دھند میں ہم نے
پاک وطن کا جلوہ دیکھا
قائد نے اس لمحے ہم سے
عہد لیا دھرتی کے حق میں
پاک وطن کی خاطر ہم کو
جینا بھی اور مرنا بھی ہے
آؤ مل کر سوچیں سمجھیں
کیسے رہیں گے، کیسے جئیں گے
نفرت کے عنوان کو بدلیں
پیار کے پودے مل کے لگائیں
حسنِ عمل سے ملک سجائیں
لطف وعطا کی، مہر ووفا کی
لکھیں اب تاریخ نئی ہم

''انکل پلیز''

(معذرت کے ساتھ)

راجہ طاہر محمود

شیخ ضرار ساہیوال سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ لاہور کو عزت بخشے انہیں تیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مابدولت ''ہیرو'' بننے کے لئے گھر سے بے گھر ہوئے۔

پاکستان ٹیلی ویژن کے بہت سے ڈراموں میں انہیں کام کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ چند ایک ڈراموں میں ''چمچے'' کا جاندار کردار ادا کیا جسے وہ برسوں سے یاد رکھ رہے ہیں۔

اداکاری میں ناکامی کے جھنڈے گاڑنے کے بعد موصوف نے ڈائریکشن کا رخ کیا۔ اس شعبے میں بھی خاصے ناکام رہے۔ جب عقل نے ساتھ دینا شروع کیا تو الیکٹریشن کا کام جو انہوں نے بھلے وقتوں میں سیکھا تھا اسے ذریعۂ معاش بنالیا۔

چندروز پہلے ایک کوٹھی میں انہیں ''وائرنگ'' کا ٹھیکہ ملا، چونکہ سامان کی خریداری بھی موصوف نے خود ہی کرنا تھا، لہٰذا مطلوبہ سامان کی لسٹ لے کر مارکیٹ پہنچ گئے۔ مطلوبہ سامان لے کر (جس میں سرکٹ بریکر، سیلنگ فین اور دیگر قیمتی سامان تھا) مارکیٹ سے باہر آئے تو موصوف کو فون کال آئی، چونکہ ہیرو، ہیرو ہی ہوتا ہے (چاہے ناکام ہی کیوں نہ ہو) ہیرو نے اپنا قیمتی موبائل فون اپنی جیب سے نکالا، مس کال تھی۔ جیسے ہی شیخ صاحب فون کو دوبارہ جیب میں رکھنے لگے دو موٹر سائیکلوں پر سوار چار انتہائی مہذب نوجوان ڈاکوؤں نے شیخ صاحب کو گھیر لیا اور انتہائی شائستہ زبان میں گویا ہوئے ''انکل پلیز'' یہ فون ہم کو دے دیں۔ شیخ صاحب نے جو کہ فلمی ہیرو بھی نہ بن سکے تھے، انتہائی شرافت سے فون ان کے ہاتھ میں دے دیا، وجہ مہذب ڈاکوؤں کا اخلاق نہ تھا بلکہ ان میں سے دو نوجوانوں کے ہاتھ میں ''نئے نکور'' پستول تھے۔ موبائل فون لینے کے بعد مہذب ڈاکو پھر انتہائی شیریں آواز میں عرض گزار ہوئے ''انکل پلیز'' اپنا بٹوا بھی دے دیں۔ شیخ صاحب نے بٹوا بھی دے دیا، جس میں مبلغ سات ہزار روپے سکہ رائج الوقت تھے۔

موبائل اور پیسے لینے کے بعد جب مہذب ڈاکو جانے لگے تو ایک ڈاکو کو شیخ صاحب کی عمر کا خیال آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو روکتے ہوئے کہا، بیچارے انکل! یہ سامان کہاں اٹھاتے پھریں گے، لہٰذا یہ بھی ان سے لے لو۔

مہذب ڈاکوؤں نے باول نخواستہ اپنے ساتھی کی بات مانتے ہوئے شیخ صاحب کے ہاتھوں سے وہ بوجھ بھی لے لیا۔ جس کی قیمت تقریباً پندرہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لہٰذا شیخ صاحب ان مہذب ڈاکوؤں کی بروقت مدد کی وجہ سے ہر طرح کے بوجھ سے ہلکے ہو کر ''ٹھنڈے ٹھنڈے'' گھر آ گئے۔

شیخ صاحب کی رُوداد سن کر ہمارا تو ایمان تازہ ہو گیا کہ ابھی دنیا میں اخلاقیات موجود ہیں اور ہمارے دل میں ان فرشتہ صفت ڈاکوؤں کے دیدار کی خواہش مچلنے لگی۔ جنہوں نے چند میٹھے بولوں اور دو عدد پستولوں کی مدد سے تیس ہزار کی ''دہاڑی'' لگالی۔

یہ مہذب ڈاکو اس سرمہ فروش سے تو لاکھ درجہ بہتر ہیں کہ جو بسوں میں سرمہ بیچ رہا تھا لیکن سرمہ لینے کے لئے کوئی مسافر تیار نظر نہ آتا تھا۔ بالآخر سرمہ فروش نے سرمہ کی ڈبیاں اپنے تھیلے میں ڈال لیں اور بس کے مسافروں کے

آگے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، میں مانگنے والا نہیں لیکن چونکہ میری دیہاڑی نہیں لگی جبکہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں لہٰذا میری مدد کی جائے۔

سرمہ فروش نے گلوگیر آواز میں اپنی داستانِ حسرت سنانا شروع کی۔ چند ’’اناڑی‘‘ مسافروں نے اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے اس کی دیہاڑی لگوادی۔ سرمہ فروش اپنی خشک آنکھیں پونچھتا ہوا دوسری بسوں پر سوار ہو کر سرمہ بیچنے لگا۔

صاحبو! بھیک مانگنا اخلاقی قانونی اور مذہبی حوالے سے قابلِ مذمت ہے، چونکہ سرمہ فروش نے بھیک مانگنا شروع کر دیا تھا جبکہ مہذب ڈاکوؤں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شیخ صاحب کو لوٹا۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مہذب ڈاکوؤں کی یہ کمائی لوگوں کے خون اور ڈاکوؤں کے پسینے کی ہوتی ہے۔

صاحبو! معذرت کہ ہم موضوع سے کچھ دور نکل گئے، ہم اصل میں آپ حضرات کو بتانا چاہ رہے تھے کہ ابھی دنیا میں خوش اخلاقی ختم نہیں ہوئی۔ لہٰذا صاحبو! اگر کوئی آپ کے پاس آ کر انتہائی میٹھے انداز اور لہجے میں کہے، انکل پلیز! جو کچھ ہے نکال دیں تو دیر نہ لگایئے گا ورنہ وہ پستول نکال لے گا اور آپ کو بتا دے گا کہ بے جان چیز اخلاق سے عاری ہوتی ہے، ہوتی ہے ناں۔

☆☆☆☆

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز!
یوں دادِ سخن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس
یہ کافرِ ہندی ہے بے تیغ و سناں خونریز!
(بالِ جبریل)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں شریک 1-2-07

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ 4-2-07

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی لاہور میں مولانا فضل الرحمٰن کی عیادت کر رہے ہیں۔ 4-2-07

وفاقی وزیر خارجہ میاں خورشید محمود قصوری ساؤتھ افریقہ کے صحافیوں کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے۔ 2-2-07

محترمہ زبیدہ جلال وفاقی وزیر برائے سوشل ویلفیئر وخصوصی تعلیم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
کے وائس چانسلر سے ایوارڈ وصول کرتے ہوئے۔ 1-2-07

سینیٹر مشاہد حسین سید مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد میں ''اردو ازبک مشترکہ الفاظ''
کے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے۔ 3-2-07

انوکھی معلومات

مرغوب امیر

☆......دنیا میں سب سے زیادہ کاغذ اخبار شائع کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔

☆......ٹی۔وی بوسٹر سے نکلنے والی شعاعیں تقریباً چار مربع فرلانگ کے مکینوں کی صحت کو متاثر کرتی ہیں۔اسی لیے بوسٹر شہری حدود سے کم از کم پندرہ فرلانگ دور ہونے چاہئیں۔

☆......کسی بھی اونچی عمارت سے وزنی یا کم وزنی چیز ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نیچے گرتی ہے۔

☆......جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ صاف شدہ (Refine) پانی بھی اپنے اندر کچھ جراثیم رکھتا ہے۔

☆ ہر ملک کی ترقی خواندگی پر قائم ہے۔

☆ ناروے میں ہزاروں سال پہلے کچھ بھی نہ تھا صرف تہ در تہ برف کی دور دور تک پھیلی سلیں تھیں اور اب یہ دنیا کا واحد پُر امن ملک ہے۔

☆...... پرندوں میں صرف طوطا ایسا پرندہ ہے جو درود شریف تک پڑھنا سیکھ لیتا ہے۔

☆...... جہاز میں موجود ''بلیک باکس'' کا اصل رنگ نارنجی ہوتا ہے۔

☆...... کولمبس اپنے آخری ایام میں آنکھوں سے خون رسنے کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا تھا۔

☆......زلزلہ آنے کا علم حیوانات کو چوبیس گھنٹے پہلے محتاط کر دیتا ہے۔

☆...... برصغیر کی پہلی بولتی فلم میں کسی عورت نے کام نہیں کیا، یہاں تک کہ ہیروئن کا کردار بھی ہیرو ہی کو ادا کرنا پڑا۔

☆......چاند کا بڑھنا گھٹنا انسانوں اور سمندروں کیلئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

☆☆☆☆

قسط اول

خلقِ کائنات اور وسعت کائنات

ڈاکٹر ایم یو خان یوسف زئی

موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق کائنات اربوں سال قبل بگ بینگ (Big Bang) یعنی لامحدود مادے کے پھٹنے کے عمل کی وجہ سے وجود میں آئی۔

بگ بینگ کے پھٹنے کے عمل سے کائنات کے وجود میں آنے کے بعد سے ہی وقت کی ابتدا ہوئی اور مختلف گیسوں، آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن اور امونیا وغیرہ کی آمیزش ہوئی اور پھر آکسیجن اور ہائیڈروجن کے اتصال سے پانی وجود میں آیا اور پھر پانی سے حیات نباتات وحیوانات اور حیات انسانی کی ابتداء ہوئی۔ جیسا کہ قرآن الحکیم کی آیت (30:21)

کائنات کی وسعت لامحدود ہے اور عقل انسانی سے ماوراء اور اب تک کی سائنسی اور فلکیاتی معلومات کے مطابق کائنات میں اربوں نظام شمسی موجود ہیں اور کائنات مسلسل پھیلتی جارہی ہے۔ کائنات کے اجسام کا وجود میں آنے کا عمل ازل سے جاری ہے اور وجود میں آنے کے بعد تباہ ہونے کا عمل ابد تک جاری رہے گا۔ ابھی تک تو زمینی نظام شمسی کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ جبکہ اربوں نظام شمسی ایک کہکشاں میں موجود ہیں اور اربوں کہکشائیں اس کائنات میں موجود ہیں اور نئی کہکشائیں مادہ کے پھیلنے کی وجہ سے وجود میں آتی جارہی ہیں۔

جناب عبدالودود نے اپنی تصنیف ''مظاہر فطرت'' میں ایک کہکشاں کی وسعت کا اندازہ یعنی اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کے فاصلہ کو تین صد پارسک میل بتایا ہے یعنی یہ فاصلہ دوسرے لفظوں میں تین صد پدم میل کے برابر ہوا۔ جبکہ موجودہ سائنس نے کائنات کی وسعت کی پیمائش لائٹ ائیر ''نوری سال'' کے ذریعہ معلوم کرنے کو ترجیح دی ہے ،جبکہ ایک نوری سال یعنی روشنی کی ایک کرن ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار تین سو میل کا فاصلہ طے کرتی ہے اور روشنی ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرے گی تو وہ ایک نوری سال ہوگا۔

پیدائش سیارگان وستارے

اپریل 1999ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے خلا میں تحقیق کے دوران ایک دور دراز مقام پر اچانک ایک خلائی مقام پر سیاروں کو پیدا ہوتے دیکھا اور یوں مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ ستارے اپنی پیدائش کے دس لاکھ سال بعد نئے سیاروں کی پیدائس کا سبب بنتے ہیں اور اسی اصول پر چلتے ہوئے ہی ہماری زمین اور تمام کائناتی اجسام وجود میں آئے۔ ستاروں کے وجود میں آنے کے بعد مختلف گیسیں، مواد اور گرد وغبار اس کو گھیر لیتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ گیسوں کی مدافعت ستارے میں اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ستاروں کا کچھ حصہ الگ ہو کر ایک سیارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جس کے لئے دس لاکھ سال کا عرصہ صرف ہوتا ہے، جنوری 1999ء میں ماہرین فلکیات خلا کی تصویروں کے مطالعہ سے یہ تحقیق کر چکے ہیں کہ ستاروں کی پیدائش کی وجہ سے جو گرد وغبار پیدا ہو کر ڈسکوں کی شکل

اختیار کر جاتا ہے، بوجہ کششِ ثقل ایک مرکز پر جمع ہو کر سیارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کائنات کروڑوں سال قبل ایک ہی ستارے پر مشتمل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ساخت میں تبدیلی آتی گئی اور مختلف سیارے، ستارے اور دیگر نظام شمسی، کہکشائیں وجود میں آئیں۔ حال ہی میں ایک نیا سیارہ دریافت ہوا ہے جو کہ سیارہ مشتری سے تین گنا بڑا ہے اور اس نئے دریافت شدہ سیارے کا سورج زمینی سورج سے چھ گنا بڑا ہے، اور اپنے سورج کے گرد سات سو پچاس دنوں میں ایک چکر مکمل کرتا ہے اور فروری 1998ء میں ناسا کے ماہرین نے زمینی سورج سے بڑا بیس گنا سورج دریافت کیا جس کا درجہ حرارت بیس ارب ڈگری تھا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ زمینی سورج اسی سورج کا حصہ ہوگا۔ اس طرح فروری 1999ء میں لندن میں گزشتہ دس سال سے تحقیق کرنے والے ماہرین فلکیات نے ایک نیا نقشہ شائع کیا۔ یہ خلا کا اب تک سب سے بڑا اور مفصل نقشہ ہے اور یہ نقشہ کمپیوٹر پر بنایا گیا ہے۔ جس میں انفراریڈ دوربینوں سے حاصل ہونے والی معلومات کام میں لائی گئیں۔ اس نقشہ میں پندرہ ہزار سے زائد کہکشاؤں کے ٹھکانے دکھائے گئے ہیں۔ اگرچہ اس نقشہ میں کائنات کا ایک چھوٹا سا حصہ دکھایا گیا ہے، لیکن یہ بھی اتنا بڑا ہے کہ روشنی کو اس میں سے گزرنے کے لئے پچاس کروڑ سال خرچ ہوں گے، اور شاید آئندہ اس نقشہ کی مدد سے یہ معلوم ہو سکے کہ ہماری کائنات کب اور کیسے وجود میں آئی، اور یہ کیونکر پھیلتی جا رہی ہے، اور زمین پر زندگی کا عمل کیسے ہوا؟ ناسا کی خلائی دوربین ہبل کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آسمان میں دمکتے ستاروں کی ایک نئی کہکشاں موجود ہے جسے نئی دریافت کا نام دیا گیا۔ اور یہ دریافت شدہ کہکشاں زمین سے تیرہ ارب نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور یہ پہلی مرتبہ اپیل (APPEL) نامی ستاروں کے جھرمٹ کی تصاویر میں نظر آیا تھا۔ اس کے دونوں سروں کا درمیانی فاصلہ دو ہزار نوری سال ہے اور زمین جس کہکشاں کا حصہ ہے اس کے دونوں سروں کا درمیانی فاصلہ ساٹھ ہزار نوری سال بتایا جاتا ہے۔ ستاروں کا یہ جھنڈ زمین سے سب سے زیادہ دوری پر واقع کہکشاں ہے۔ اس کی روشنی زمین تک پہنچنے کے لئے اس وقت چلی ہوگی جب کائنات کی عمر صرف ساڑھے سات سو (750) ملین سال تھی۔

بلیک ہول (BLACK HOLE)

اگست 1999ء میں امریکی خلانوردوں نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے بلیک ہول کی جانب مادہ کے کھنچے جانے کا منظر دیکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مادہ دس ملین یعنی ایک کروڑ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بلیک ہول میں اس کے مرکز کی جانب کھنچا چلا گیا۔ بلیک ہول کے مرکز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں اتنی زبردست کشش ہوتی ہے کہ وہ روشنی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ناسا کے خلانوردوں نے بتایا کہ جو بلیک ہول دیکھا گیا وہ زمین سے ایک سو ملین نوری سال کے فاصلہ پر تھا۔ بلیک ہول عام طور پر ستاروں کے ٹوٹنے سے بنتے ہیں۔ تاہم ایسے بلیک ہول بھی ہوتے ہیں جو مادہ کے عظیم اجتماع سے وجود میں آتے ہیں، جیسے لاکھوں سورجوں کا مادہ ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہو۔ ناسا کی خلائی دوربین ہبل کے ذریعہ حال ہی میں خلائی ماہرین نے مشاہدہ کیا کہ ایک بڑا سورج، یعنی ستارہ جو زمین کے سورج سے ہزاروں گنا بڑا تھا، بلیک ہول میں داخل ہو کر بکھر گیا۔

گاما ریز دھماکے

جنوری 1999ء میں ماہرین فلکیات نے پہلی بار گاما ریز دھماکوں سے روشنی نکلتی دیکھی ہے۔ یہ اپنی قسم کے پُر اسرار اور طاقتور دھماکے ہیں جو کائنات کی تہوں میں باقاعدگی سے ہلچل مچاتے رہتے ہیں۔ تقریباً ایک سو سیکنڈ تک جاری رہنے والے دھماکے کا دو مواصلاتی سیاروں نے پتہ چلایا ہے۔ یہ کھربوں سورجوں سے نکلنی والی توانائی کے برابر تھا۔

ماہرین کے مطابق دھماکہ زمین سے دس ملین نوری سال کے فاصلہ پر ہوا اور یہ اتنا روشن تھا کہ عام دوربین سے بھی دیکھا جاسکتا تھا۔ اگر یہ دھماکہ ہماری کہکشاں میں ہوتا تو اس قدر روشن ہوتا کہ رات دن میں بدل جاتی۔ سائنس دانوں نے گاما ریز دھماکوں کی کافی عرصہ پہلے پیش گوئی کی تھی اور اس کے پہلے نشان کا پتہ چلنے پر یہ خبر انٹرنٹ پر چلائی گئی۔

ڈارک انرجی اور کائنات کی تباہی

واشنگٹن کے ماہرین فلکیات نے کائنات میں ڈارک انرجی (DARK ENERGY) کے شواہد ملنے پر قرار دیا کہ آئن سٹائن نے 1917ء میں جس نظریہ کو سب سے بڑی غلطی کہا تھا، اس کی صداقت مسلّم ہوگئی ہے۔ زمانہ قدیم میں ٹوٹ کر بکھرنے والے ستاروں کی روشنی کے تفصیلی تجربے کے بعد سائنسدانوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ کائنات اسی طرح پھیلتی رہے گی اور یہ نظریہ کہ کہکشائیں آخرکار ایک دوسرے سے ٹکرا کر زردی کی طرح بکھر جائیں گی درست نہیں۔ سائنسدانوں نے یہ بھی قرار دیا کہ آئندہ تیس ملین سال تک کائنات اسی طرح پھیلتی رہے گی اور شاید وہ وقت آئے جب ڈارک انرجی کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور پھر اس ڈارک انرجی میں بگ بینگ جیسا دھماکہ ہو اور کائنات کے اجسام پھر سے معلق ہو جائیں۔

اوزون (OZONE)

اوزون کی یہ گیس آکسیجن کے تین ایٹموں سے بنی ہے جو کرۂ ارض کے گرد چالیس سے ساٹھ میل اوپر تک ہوتی ہے، جو کہ سورج کی بنفشی شعاؤں کو روکتی ہے۔ ان شعاؤں میں انرجی (ENERGY) کی بہت زیادہ قوت ہوتی ہے لیکن اوزون کی وجہ سے زمین تک نہیں پہنچ پاتی۔ اگر یہ بنفشی لہریں زمین تک پہنچ جائیں تو زندگی کرہ ارض پر ناپید ہوجائے۔ لیکن مرور زمانہ اوزون میں سوراخ ہوجانے سے جو کہ پولوشن (POLLUTION) کے اضافے کا باعث ہے، اور ہر گرم موسم آئندہ آنے والے موسم سے گرم ترین ہوتا چلا جارہا ہے، اور یوں وہ زمین کے حصے جہاں کبھی بہت بارشیں ہوا کرتی تھیں۔ اب خشک موسم سے دوچار ہیں۔ جبکہ بعض علاقے طوفانوں کی زد میں ہیں۔ جبکہ خشک حصے تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔

موسموں کی تبدیلی اور بارش

ہوا کا وہ حصہ جو سطح زمین سے سات میل تک اوپر ہے ٹروفوسفیئر (TROPHO SPHERE) کہلاتا ہے اور اس حصہ میں ہوا مسلسل چلتی رہتی ہے۔ چونکہ گرم ہوا اوپر چڑھتی ہے اور ٹھنڈی ہوا نیچے کی جانب آتی ہے، جو گرم ہو کر پھر اوپر چلی جاتی ہے اور یوں موسم تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ہائیڈروسفیئر (HYDRO SPHERE) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین کی تہہ میں اور زمین کے اوپر ہوا میں ہے یعنی یہ پانی ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ جب سورج کی حدت سے گرم لہریں زمین پر پڑتی ہیں تو سمندروں، دریاؤں اور سطح زمین کے پانی کے دیگر حصوں سے بخارات بن کر اوپر اٹھ جاتے ہیں اور بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور پھر یہی بخارات ٹھنڈے ہو کر پانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور بارش کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ موسموں کی تبدیلی کا انحصار نارتھ پول اور ساؤتھ پول یعنی قطب شمالی اور قطب جنوبی کی برف کی مقدار پر بھی ہوتا ہے۔ قطبین پر کہیں برف کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں سورج کی حدت بڑھ جانے کی وجہ، اس کا ہر سال میں چھ سنٹی میٹر کے حساب سے پھیلنا ہے اور یوں زمین آہستہ آہستہ گرم ہوتی جارہی ہے اور قطبین میں بسبب گرمی برف پگھل کر کم ہوتی جارہی ہے اور ایک جانب سیلابوں اور طوفانوں کا زور بڑھتا جارہا ہے تو دوسری جانب صحراؤں کا رقبہ بڑھتا جارہا ہے۔

زمینی نظام شمسی کے سیارے اور سورج

سورج، جو کہ ایک ستارہ ہے، اس کا

زمین سے فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ اس کے وسط میں درجہ حرارت تین سو ساٹھ (360) لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ ہے۔ اس کا قطر (DIAMETER) آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہے اور یہ کہکشاں کے دوسرے ستاروں کی طرح اپنی کہکشاں کے مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ سورج ارضی کے گرد اب تک کی معلومات کے مطابق نو سیارے گردش کر رہے ہیں۔ سیارے ایسے کروں کو کہتے ہیں۔ جو کسی ستارے کے گرد گھومتے ہیں۔ زمینی نظام شمسی کا ایک سورج یعنی ستارہ اور ایک چاند ہے، اور چاند اپنے سیارے یعنی زمین کے گرد گھومتا ہے۔ زمین کا یک چاند جبکہ دیگر سیاروں کے ایک سے زائد چاند ہیں۔ نیز سورج پر گیارہ سال بعد طوفان آ جاتا ہے اور سولر فلیئرز (SOLAR FLAYERS) گزشتہ چار صدیوں سے ریکارڈ کیے جا رہے ہیں۔ پہلے 1632ء میں پھر 1703ء میں، 1775ء میں، 1846ء میں، 1941ء اور پھر 1990ء میں ان سولر فلیئرز کی وجہ سے سورج میں غیر معمولی دباؤ بڑھتا رہا ہے۔ اس کی تشکیل میں استعمال ہونے والا عنصر ہائیڈروجن، ہیلیم گیس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

زمینی سورج کی عمر

جناب عبدالودود اپنی تصنیف ''مظاہر فطرت اور قرآن'' میں رقم طراز ہیں کہ پہلے پوری کائنات دخان کی شکل میں تھی۔ اس کے بعد اس کے ٹکڑے ہو کر ستارے بن گئے اس حوالہ سے قرآن کریم کی آیت درج ذیل سے استفادہ اٹھاتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ ایک وحدت کا ٹکڑوں میں بٹ جانا ایک بہت اہم مرحلہ ہے۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(کائنات اس وقت ایک دھوئیں کی شکل میں تھی)

سورج اور اس کے نو سیارے پہلے یک جان تھے اور پھر سورج کے ٹکڑے الگ ہو کر سیارے بن گئے۔ سورج اور یہ نو سیارے مل کر نظام شمسی کہلائے۔ نظام شمسی کے سیاروں اور ان کے (SATELLITES) سیٹلائٹز کے محل وقوع اور حرکات میں نمایاں اور حیران کن باقاعدگیاں پائی جاتی ہیں۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ تمام سیاروں کے (ORBITS) یعنی افلاک ایک ہی سطح پر واقع ہیں۔ دوسری اہم چیز یہ ہے کہ سیاروں کے افلاک یا مدار قریباً گول یا خفیف سے بیضوی ہیں۔ تیسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ سیاروں اور سورج کا (ORBITS) افلاک بھی ایک ہی سطح پر ہے اور چوتھی اہم حقیقت یہ ہے کہ سیارے خود اسی سمت میں (ROTATE) چکر کھاتے ہیں جس سمت میں کہ وہ سورج کے گرد گھومتے ہیں اور پانچویں حیران کن یہ بات کہ سیاروں کے باہمی فاصلے حسابی انداز سے (BODE`s LAW) کے مطابق ہیں۔ یعنی تمام سیارے سورج سے ایک خاص فاصلہ پر واقع ہیں۔ یعنی جتنا فاصلہ سورج اور عطارد کے درمیان ہے اتنا ہی فاصلہ عطارد اور زہرہ کے درمیان۔ اسی طرح زہرہ اور زمین کے درمیان۔ علی ہذا القیاس جبکہ مریخ اور مشتری کے درمیان بہ نسبت دیگر سیاروں کے دگنا فاصلہ تھا جو کہ (BODE`s Law) کے خلاف تھا۔ اور یوں ماہرین فلکیات نے ایک بہت چھوٹے سیارے ایسٹرائیڈ (ASTROID) جس کا نام سیریز (CERES) رکھا گیا، دریافت کیا جو کہ مریخ اور مشتری کے درمیان واقع ہے۔ اس کے علاوہ ستاروں اور سیاروں کے درمیان جو خلا ہے بلکہ اس خالی جگہ کے اندر بھی مادہ موجود ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے کہ کائنات دُخان کی شکل میں تھی اور اس کے ٹکڑے ہو کر ستارے بن گئے۔ اسی طرح دُخان کا وہ ٹکڑا جس سے سورج معرض وجود میں آیا ایک سمت میں گھوم رہا تھا۔ جب گھومنے کی رفتار میں بہت زیادہ تیزی آ گئی تو اس میں گیس کے رنگ اصل مادہ سے الگ ہو گئے اور یہ گیس کے رنگ الگ ہو کر کثیف ہونے کے بعد سیارے بن گئے اور ان کی علیحدگی کے بعد سورج میں ثبات پیدا ہو گیا۔

اب حال ہی میں ایک طاقتور دوربین کے ذریعہ ایک ایسے ستارے کی تصویر لی گئی جس کا فاصلہ زمین سے پانچ ہزار نوری سال کے لگ

بھک ہے۔ تصویر میں اس کی سطح سے رنگا رنگ شعاعیں نکلتی دکھائی دے رہی تھیں اور اس کے گرد بالکل ایک رنگ و نور کا ہالہ بنا ہوا تھا جو بڑا ہی خوبصورت اور روشن نظر آ رہا تھا۔ یہ ستارہ ٹھوس نہیں بلکہ سورج کی مانند گیسوں کا مجموعہ ہے۔ جو ہر آن پھیلتا جا رہا ہے۔ اور اس کے پھیلنے کی رفتار ڈیڑھ ملین کلومیٹر فی گھنٹہ ہے اور یوں پھیلتے پھیلتے کسی نہ کسی دن یہ مردہ ہو جائے گا۔ اس حالت کو پہنچتے پہنچتے کئی لاکھ سال درکار ہوں گے اس کے اندر بڑے بڑے بنفشی سوراخ بھی نظر آئے ہیں۔ یوں ابھی تک اس میں دو قسم کی گیسوں کی موجودگی کا پتہ چل سکا ہے۔ ایک گیس کی حرکت تیز ہے جبکہ دوسری کی سست اور ان دونوں کا ہر آن باہم تصادم ہو رہا ہے۔ ماہرین فلکیات کا خیال ہے کہ زمینی سورج کی بھی یہی صورت حال ہے۔ یہ بھی بالآخر اپنی انتہا تک پھیل کر مردہ ہو جائے گا۔ خلائی سائنسدانوں نے تحقیق کے بعد بتایا کہ عام طور پر ستاروں کی عمر ایک سو ارب سال ہوتی ہے۔ ہمارے نظام شمسی کا سورج بگ بینگ کی وجہ سے وجود میں آنے کے بعد سے اب تک پچاس کروڑ سال پورے کر چکا ہے اور مزید پچاس کروڑ سال پورے کرنے کے بعد مردہ ہو جائے گا اور زمین سے زندگی کی نمود ختم ہو جائے گی۔ (جاری)

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
(بالِ جبریل)

چائے پیجئے............مگر اعتدال سے

سعدیہ مقصود

چائے دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے روایتی مشروبات میں سے ایک ہے۔پانچ ہزار سال پہلے چائنہ میں دریافت ہونے والا یہ مشروب آج دنیا کے بیشتر ممالک میں روز مرہ زندگی کا اہم حصہ بن چکا ہے۔

چائے کی کیمیائی خصوصیات

ایک کپ چائے میں مندرجہ ذیل غذائی اجزا پائے جاتے ہیں۔

پولی فینولز

چائے کا ذائقہ اس میں موجود پولی فینولز کے باعث ہوتا ہے۔ان پولی فینولز میں سب سے اہم catechins ہیں جو کہ بہت سی دافع (Anti) خصوصیات کا باعث ہوتے ہیں مثلاً دافع تکسید، محلل اور ورم وغیرہ

فلیوونائیڈز

یہ اجزا چائے کی رنگت بنانے کا باعث ہوتے ہیں۔اہم فلیوونائیڈز میں Theaflavins Flavonols Thearubigens شامل ہیں جو کہ انفیکشن کے اثرات کو کم کرنے اور خون کی باریک نالیوں کو صحت مند رکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

تھیانین

یہ ایک ایسا امائنو ایسڈ ہے جو کہ ذہنی دباؤ کو کم کرتا ہے۔

وٹامن

چائے میں کیروٹن، وٹامن بی (B6, B2, B1) نیاسن، فولک ایسڈ اور پینٹوتھنک اور وٹامن سی پائے جاتے ہیں۔

منرلز

چائے میں مینگا نیز (Mn) Manganese اور پوٹاشم (k) کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

زینتھین (Xanthanes)

ان میں کیفین اور تھیو فائلین شامل ہیں۔تھیو فائلین کا دمہ کے خلاف بطور دوا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

چائے اور کیفین

تحقیق سے جہاں کیفین کے منفی اور مثبت اثرات سامنے آئے ہیں وہاں سائنس دان اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اعتدال میں کیفین کا استعمال صحت کے لئے مضر نہیں ہے۔امریکہ کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق روزانہ 300 ملی گرام کیفین کے استعمال سے صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔البتہ بچوں اور حاملہ عورتوں کو اس سے کم مقدار استعمال کرنی چاہئے۔

کیفین کے بارے میں دلچسپ حقائق

☆ چائے میں کافی کے مقابلے میں 1/10 کیفین ہوتی ہے۔

☆ سبز چائے میں کالی چائے کی نسبت 1/3 کیفین ہوتی ہے۔

☆ کیفین کی مقدار چائے بنانے کے طریقے پر بھی منحصر ہے۔اس لیے تیز چائے کی بجائے ہمیشہ ہلکی چائے پینی چاہئے۔

کیفین کے دماغ پر اثرات

کیفین دماغ پر دو طرح سے اثر کرتی ہے۔

☆ یہ دماغ میں اڈینولین کی جگہ لے لیتی ہے جس کے باعث اڈینولین کام نہیں کر سکتی۔ اڈینولین غنودگی طاری کرتے ہیں۔ اسی لئے چائے کے استعمال کے بعد نیند اڑ جاتی ہے۔

☆ یہ خون میں ڈوپامین کی مقدار کو کم کرتی ہے جس کے باعث موڈ بہتر ہو جاتا ہے۔ چائے پینے کے عادی لوگوں کی اکثریت اسی وجہ سے چائے کو پسند کرتی ہے۔

چائے اور انسانی صحت

چائے کی افادیت اور نقصانات کے بارے میں صدیوں سے دعوے کئے جا رہے ہیں۔ آیئے ان کا جدید سائنس کی روشنی میں جائزہ لیں۔

س: چائے وٹامن حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟

ج: غلط، چائے میں وٹامن پائے ضرور جاتے ہیں مگر ان کی مقدار اتنی نہیں ہوتی کہ وہ جسم کی غذائی ضروریات کو پورا کر سکیں۔

س: چائے امائنو ایسڈ کا اچھا ذریعہ ہے؟

ج: درست۔ چائے میں بہت سے امائنو ایسڈ پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک تھایامین ہے۔ جاپانی تحقیق کے مطابق یہ جسم کے تناؤ کو ختم کرتا ہے۔

س: چائے جسم میں آئرن کو جذب ہونے سے روکتی ہے؟

ج: درست۔ چائے میں پائے جانے والے فلیوو نائیڈز جسم میں فولاد جذب ہونے سے روکتے ہیں۔ وٹامن سی کے استعمال کو بڑھا کر اس اثر کو کم کیا جا سکتا ہے۔

س: چائے میں کیفین ہوتی ہے جو کہ صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے؟

ج: جدید تحقیق کے مطابق روزانہ 300 ملی گرام کیفین کا استعمال کرنے سے صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ حاملہ عورتوں اور بچوں کو احتیاط کی ضرورت ہے۔

مندرجہ بالا سائنسی تحقیق کی رو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعتدال میں چائے کا استعمال نقصان دہ نہیں ہے۔ اس لئے چائے کا استعمال ضرور کیجئے مگر اعتدال کے ساتھ۔

☆☆☆☆

مری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی
شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی
(بال جبریل)

نور جہاں، روشن آواز کا روشن سفر

دستگیر شہزاد

ملکہ ترنم نور جہاں پاکستان کی ثقافتی زندگی کا ایک تابندہ ستارہ تھیں۔

زنیت، انمول گھڑی، جگنو، گاؤں کی گوری، جیسی مقبول فلموں کی حسین اور خوبصورت اداکارہ نور جہاں کا چہرہ تو حافظوں میں بھلے ہی دھندلا گیا ہو مگر گلوکارہ کی حیثیت سے نور جہاں کی آواز، آواز دے کہاں ہے؟ دنیا مری جواں ہے اور جواں ہے محبت، حسیں ہے زمانہ، جیسے بے شمار دلنشیں گیتوں کے حوالے سے آج بھی روح کے تاروں کو مضطرب کر دیتی ہے۔ لتا منگیشکر نے نور جہاں کو دنیائے سنگیت کے لیے مثالی گلوکارہ مانتے ہوئے ان کی آواز کو اپنی راہوں میں روشنی بکھیرنے والی آواز کہا تھا۔ برسوں بعد جب لتا منگیشکر واہگہ سرحد پر کچھ دیر کے لیے نور جہاں کو ملنے آئی تھی تو برصغیر میں امن اور دوستی کے آرزومند عوام نے اخباروں کی زبانی ان کے درمیان ہونے والی جذبات سے بھری گفتگو کو بڑے شوق سے پڑھا تھا۔

نور جہاں کو جو آواز ملی تھی وہ ایک عطیہ الٰہی تھی، نور جہاں نے جو بھی گایا وہ عوام کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ نور جہاں کی آواز چراغ بن کر جلتی رہی اور اُس کے گائے ہوئے گیت نصف صدی کے حافظے کا حصہ بن گئے۔ ہندوپاک کے موسیقاروں نے اعتراف کیا کہ نور جہاں کی آواز ان کی دھنوں کو نور میں نہلا گئی۔

نور جہاں نے اداکاری اور گلوکاری کے میدان میں اپنے سوہنے شہر قصور ہی میں اپنی مقبولیت کے جذباتی مناظر دیکھ لیے تھے اور اسی مٹی نے انہیں ایک فنکار کی بے مثال سربلندی عطا کی تھی۔ نور جہاں نے اپنی فلمی زندگی میں جن رفیقوں کے ساتھ کام کیا اُن میں دلیپ کمار سرفہرست تھے۔ پاکستان کی طرح ہندوستان میں بھی انہیں غیر معمولی پذیرائی ملی اور وہ آخری عمر تک دنیا کی آنکھ کا تارہ بنی رہی۔ پاکستان کے فلمی اور ثقافتی حلقوں میں وہ بے پناہ محبتوں کی حقدار ٹھہری جو ان کی طرح صرف عربی گلوکارہ ام کلثوم اور لتا منگیشکر کے حصے میں آئیں۔ دلیپ کمار نے ایک ملاقات میں نور جہاں سے کہا تھا کہ وہ برصغیر میں امن اور دوستی کے لئے کام کرتی رہیں تا کہ دونوں ملکوں کے درمیان ثقافتی لین دین کی فضا سازگار رہو۔

1929ء میں شہر قصور میں پیدا ہونے والی نور جہاں نے 74 برس کی عمر پائی اور یہ ساری زندگی بے شمار دلچسپ کہانیوں کے ساتھ گزاری، انہوں نے شادیاں بھی کیں اور عشق بھی کیے، وہ آخر وقت تک سُر سے جڑی رہیں اور لوگ ان کی آواز کے دیوانے بنے رہے، اور آج بھی ہیں............ کہ اب نور جہاں دوبارہ پیدا نہیں ہوگی۔

بول گیتوں کی دھنیں ساز کی آواز کا لوچ
گانے والے ذرا دل والوں کا انجام بھی سوچ

☆☆☆☆

کچن کارنر

نصرت

گوشت کی میٹھی ڈش

ترکیب

☆ ایک کلو گوشت میں چند چھوٹی سبز الا ئچی ڈال کر ابال لیں تا کہ گوشت کی بُو ختم ہو جائے۔

☆ اس گوشت میں چکنائی بالکل نہیں ہونی چاہیے۔

☆ ٹھنڈا ہونے پر گوشت کے لمبے لمبے ریشے علیحدہ کر کے سویاں سی بنالیں۔

☆ گوشت کو تھوڑے سے تیل میں فرائی کریں جس طرح ''زردہ سویاں'' پکانے کے لئے فرائی کرتے ہیں۔ گوشت کو زیادہ فرائی نہیں کرنا ورنہ سخت ہو جائے گا۔

☆ ایک کلو گوشت کے لئے دو کپ چینی اور ایک کپ پانی کا شیرہ بنالیں۔

☆ شیرے کو فرائی شدہ گوشت کی سویوں پر ڈال دیں۔ تھوڑی دیر پکانے پر جب شیرہ خشک ہو جائے تو ایک پاؤ کھویا ملا دیں اور بادام کی ہوائیاں چھڑک کر پیش کریں۔

100 گرام گوشت میں پائے جانے والے غذائی اجزاء کی تفصیل

توانائی (حرارے) 273

لحمیات	17.5 گرام
چکنائی	22.0 گرام
نشاستہ دار اجزاء	0 گرام
راکھ	0.9 گرام
کیلشیم	22 ملی گرام
فاسفورس	150 ملی گرام
لوہا	2.6 ملی گرام
سوڈیم	83 ملی گرام
حیاتین الف	40 آئی یو
تھائیامین	0.8 ملی گرام
ربوفلیوین	0.16 ملی گرام
نائیاسین	4.2 ملی گرام
ایسکوربک ایسڈ	0 ملی گرام

مٹر کا سوپ

سبز مٹروں کی پھلیاں	آدھ کلو
پیاز	2 عدد
سفید ساس	دو کپ
نمک و سیاہ مرچ	حسب ذائقہ

پیش کرنے کے لئے

تازہ کریم اور تلے ہوئے ٹوسٹ

پھلیوں اور پیاز کو چار پیالی پانی میں ابال لیں۔ اب اس ابلے ہوئے مرکب کو بلینڈ کر کے چھان لیں۔

اس میں سفید ساس، نمک، مرچ ملائیں اور اچھی طرح مکس کر لیں۔

تازہ کریم اور تلے ہوئے ٹوسٹ اوپر رکھ کر گرم گرم پیش کریں۔

100 گرام مٹر میں پائے جانے والے غذائی اجزا کی تفصیل

توانائی (حرارے) 53

لحمیات	3.4 گرام
چکنائی	0.2 گرام
نشاستہ دار اجزاء	12.0 گرام
راکھ	1.2 گرام
کیلشیم	62 ملی گرام
فاسفورس	90 ملی گرام
لوہا	0.7 ملی گرام
سوڈیم	9 ملی گرام
حیاتین الف	680 آئی یو
تھائیامین	0.28 ملی گرام
ربوفلیوین	0.12 ملی گرام
نائیاسین	0.9 ملی گرام
ایسکوربک ایسڈ	28 ملی گرام

کچنار گوشت

اجزاء

کچنار	250 گرام
گوشت	1/2 کلو
ادرک	حسب ضرورت
لہسن	پانچ جوئے
پیاز	250 گرام
دہی	125 گرام
تیل	حسب ضرورت
نمک، سرخ مرچ	حسب ضرورت

ترکیب

کچنار صاف کر کے کلیاں چن لیں۔

لہسن، ادرک اور پیاز چھیل کر کاٹ لیں پھر صاف کر کے پانی سے دھولیں۔ پھر ایک برتن میں تیل ڈال کر چولہے پر رکھیں۔ اس میں پیاز سرخ کریں اور نمک، پسی ہوئی مرچیں، لہسن اور ادرک ڈال کر مصالحہ بھونیں۔ پھر اس میں گوشت، دہی اور ایک کپ پانی ڈال کر اوپر ڈھکن دے دیں اور ہلکی آنچ پر پکائیں۔ اس کے ساتھ ایک الگ برتن میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھیں اور اس میں کچنار ابال کر نکال لیں اور دوسرے برتن میں تھوڑا سا تیل ڈال کر گرم کریں۔ اس میں کچنار بھون لیں۔ جب گوشت گل جائے تو کچنار اس میں ڈالیں۔ تھوڑا سا پانی ڈالیں اور اوپر ڈھکن دے دیں۔ پندرہ منٹ تک برتن کو چولہے پر ہی رہنے دیں اور جب اس سے پانی خشک ہونے لگے تو آنچ انتہائی ہلکی کر کے دم لگائیں۔ اس کے بعد آگ سے نیچے اتارلیں۔ مزیدار گوشت کی ڈش تیار ہے۔

100 گرام کچنار میں پائے جانے والے غذائی اجزا کی تفصیل

توانائی (حرارے)	54
لحمیات	1.8 گرام
چکنائی	0.2 گرام
نشاستہ دار اجزا	17.8 گرام
راکھ	0.4 گرام
کیلشیم	0 ملی گرام
فاسفورس	44 ملی گرام
لوہا	0.8 ملی گرام
سوڈیم	8 ملی گرام
حیاتین الف	300 آئی یو
تھائیامین	0.05 ملی گرام
ربوفلیوین	0.08 ملی گرام
نائیاسین	0.06 ملی گرام
ایسکوربک ایسڈ	8 ملی گرام

☆☆☆☆

بقائے کوہسار، بقائے حیات

برائین ہیگل/محمد ذیشان حیدر

شمالی پاکستان کی جغرافیائی سرحدیں تین ممالک سے ملتی ہیں، جن میں بھارت، چین اور افغانستان شامل ہیں۔ یہ خطہ نہایت وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے بلند وبالا پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ اس کے شمال میں ہمالیہ جبکہ مغرب میں قراقرم اور ہندوکش کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ یہ علاقہ نہایت منفرد پہاڑی ماحولیاتی نظاموں پر مشتمل ہے، جس کی وجہ سے اسے دنیا بھر میں شہرت حاصل ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً چھ ہزار میٹر سے زائد بلندی پر واقع اس علاقے کا لگ بھگ ایک لاکھ 75 مربع کلومیٹر کا رقبہ ایسا ہے، جہاں دنیا کی 14 ایسی بلندترین پہاڑی چوٹیاں موجود ہیں جن کی اونچائی آٹھ ہزار میٹر سے زیادہ ہے۔ ان میں ایورسٹ کے بعد دنیا کی دوسری بلندترین چوٹی ''کے ٹو'' بھی شامل ہے، جس کی بلندی 8 ہزار 611 میٹر ہے۔

اس زرخیز پہاڑی خطے کے مختلف ماحولیاتی نظاموں میں پائی جانے والی حیاتیاتی دولت اپنے تنوع کی بدولت عالمی سطح پر نہایت اہمیت کی حامل شمار کی جاتی ہے۔ خطے کی قدرتی جغرافیائی ساخت نے ایسا ماحول تخلیق کیا ہے جس کی بدولت یہاں موسم سرما میں منفی 20 سینٹی گریڈ سے لے کر موسم گرما کے مہینوں میں 45 ڈگری سینٹی گریڈ تک درجہ حرارت رہتا ہے، جس کی بدولت انواع واقسام کی نباتات اور ان پر انحصار کرنے والی جنگلی حیاتیاتی تنوع کو پھلنے پھولنے کے لیے سازگار ماحول ملا ہے۔ اس تنوع کا مشاہدہ آج بھی یہاں کیا جاسکتا ہے۔

شمالی پاکستان کے پہاڑی سلسلے کے ماحولیاتی نظام میں چند بنیادی حیاتیاتی مادوں کی موجودگی ملتی ہے۔ اس میں پہاڑوں کی بلند سطح والی خشک وادیاں اور برفانی میدان، وافر مقدار میں آبی ذخائر کی حامل چراگاہیں، خشک آب و ہوا اور ہوادار پتوں والے درختوں کے جنگلات (ان میں زیادہ تر دیودار، زیادہ بلندی پر پائے جانے والے جونیپر اور بید کے جنگلات ہیں) موجود ہیں۔

پاکستان کے مذکورہ پہاڑی سلسلے کی وادیوں، گھاٹیوں، قدرتی چشموں، جنگلات اور زمین پر موجود روئیدگی نے جنگلی حیات کے لیے جو سازگار ماحول فراہم کیا، اس کی بدولت یہ خطہ مختلف اقسام کے حیاتیاتی تنوع کا قدرتی مسکن بھی ہے۔ یہاں پائی جانے والی جنگلی حیات میں برفانی تیندوا، آئی بیکس، مارکو پولو بھیڑ، بھورا اور کالا ریچھ، مشک نافہ ہرن، مارخور، اڑیال، اُڑن گلہری، ویسٹرن ٹریگو پان اور برفانی تیتر بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں پر بڑی تعداد میں ادویاتی پودے اور خوشبودار نباتات بھی پائی جاتی ہیں۔

منصوبہ برائے پہاڑی علاقہ جات میں اسکردو، گلگت، دیر، چترال اور سوات کے علاقے دلکش مناظر والے خطے شامل ہیں۔ ان وادیوں میں عناصر فطرت پر انحصار اور سادہ طور طریقوں پر زندگی بسر کرنے والے باشندے رہتے ہیں۔ وادیوں کے باشندے چھوٹے چھوٹے قصبوں اور پہاڑی ڈھلوانوں پر بنے دیہاتوں میں سکونت رکھتے ہیں۔ منتشر آبادی والے ان علاقوں کے مکینوں کی معاشی زندگی کا انحصار قدرتی وسائل پر ہے اور بنیادی طور پر کاشت کاری اور گلہ بانی ان کا سب سے بڑا

ذریعہ معاش ہے، تاہم یہاں کی پہاڑی وادیوں کی دس فیصد سے بھی کم زمین قابل کاشت ہے۔ اس کے لیے پانی کی ضرورت قدرتی آبی وسائل سے پوری کی جاتی ہے۔ پانی کے بنیادی ماخذ جھرنے، دریا اور پہاڑی چوٹیوں سے برف کے پگھلنے کی صورت میں نیچے تک پہنچنے والا پانی ہیں۔ اس مقصد کے لیے آبی ماخذوں سے زرعی زمینوں تک نالیاں تیار کر کے پانی لایا جاتا ہے۔ یہاں کی اہم فصلوں میں دالیں، گندم، جو، آلو، مکئی، لوبیا وغیرہ شامل ہیں۔ گلہ بانی بھی یہاں کے مقامی باشندوں کی اکثریت کے لیے روزگار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہاں پر بالعموم یاک، گائے، بھیڑ، بکریاں وغیرہ بطور پالتو مویشی رکھے جاتے ہیں، جن سے حاصل شدہ دودھ، گوشت، اون اور کھال گلہ بانوں کے لئے رقم کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ مقامی باشندے اور خانہ بدوش، پالتو مویشیوں کے لیے موسم سرما میں زیریں وادیوں جبکہ موسم گرما میں بلندی پر واقع سرسبز میدان بطور چراگاہ استعمال کرتے ہیں۔ گزشتہ بیس سالوں کے دوران ان دشوار گزار پہاڑی وادیوں میں مواصلاتی نظام بہتر ہوا ہے اور پختہ سڑکوں کے جال کے ذریعے نقل وحمل کی سہولتوں میں بہتری آئی ہے۔ جس کی بدولت زراعت اور گلہ بانی کے علاوہ تجارت اور نجی شعبے میں بھی مقامی باشندوں کی شمولیت ہوئی ہے اور اس کے ذریعے انہیں بہتر آمدنی کے حصول کے مواقع ملے ہیں۔ علاوہ ازیں رابطوں کی سہولتوں میں بہتری کے سبب ایک واضح تبدیلی یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ گزشتہ عشروں کے دوران یہاں کے لوگ بالخصوص نوجوانوں کی بڑی تعداد نے تعلیم اور روزگار کے لیے ملک کے بڑے شہروں اور بیرون ممالک کا بھی رخ کیا ہے۔

ان وادیوں کے اطراف کا منظر نہایت ہی حسین وجمیل مناظر پر مشتمل ہے۔ بڑے بڑے گلیشیر، بہتے جھرنے، شور مچاتے ہوئے بلندی سے گرنے والے آبشار، شفاف نیلگوں پانی سے لبریز خاموش پانیوں والی گہری جھیلیں، پہاڑوں کی نہایت بلندی پر واقع سرسبز میدان، جنگلات اور ان میں چرند وپرند کے مساکن .... دیکھنے والی نگاہوں کو زندہ رہنے کے لیے فطرت سے محبت کرنے پر اُکساتے ہیں۔

شمالی پاکستان کے فطری حسن، تہذیب وثقافت اور قدرتی وسائل کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ یہاں کے آب گیر علاقے Watershed area ملکی سطح پر معیشت کے اہم عناصر میں شمار ہوتے ہیں اور اسی اہمیت کے پیش نظر ان بلند سطح پر واقع برفانی چوٹیوں والے پہاڑی علاقوں کو پاکستان کے 'آبی مینار' بھی کہا جا سکتا ہے۔ دلکش مناظر فطرت اور قدرتی وسائل سے مالامال یہ خطہ عشروں سے چلے آنے والے قدرتی وسائل کے غیر دانشمندانہ استعمال کے منفی اثرات کے سبب مجموعی قدرتی ماحول کے حوالے سے تنزلی کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ بڑھتی ہوئی آبادی، کمزور معاشی حالت، انسانی وسائل کی بے استعدادی اور زندگی گزارنے کے لیے بڑی حد تک صرف قدرتی وسائل پر انحصار اور ان کا تجارتی بنیادوں پر بے تحاشہ استعمال، نیز قدرتی وسائل سے پائیدار استفادے کے انتظامات کے فقدان جیسے عوامل مقامی قدرتی ماحول و وسائل کے انحطاط کی اہم وجوہات میں شامل ہیں۔

قدرتی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں۔

اول: قابل تجدید

دوئم: ناقابل تجدید

قابل تجدید قدرتی وسائل سے اس طرح استفادہ کیا جائے کہ ساتھ ساتھ ان کو افزائش کے لیے مہلت اور سازگار ماحول ملتا رہے تو اسے پائیدار استفادہ کہتے ہیں، لیکن حالت یہ ہو کہ استفادہ تو بے تحاشہ ہو لیکن افزائش کے لیے سازگار ماحول معدوم ہو جائے تو پھر اس سے مجموعی ماحول پر رفتہ رفتہ منفی اور دُوررس اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ شمالی پاکستان کے قدرتی وسائل کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ایک وقت میں یہاں کے قدرتی وسائل پر مقامی باشندوں کا معاشی وسماجی انحصار اپنی زندگیوں کی حد تک محدود تھا، لیکن جیسے جیسے

دشوار گزار پہاڑی گھاٹیوں میں پختہ راستے بنتے گئے، قدرتی وسائل سے تجارتی بنیادوں پر استفادے کا چلن عام ہوتا چلا گیا۔ عمارتی لکڑی کے لیے جنگلات کی بے دریغ کٹائی نے قدرتی وسائل سے تجارتی بنیادوں پر استفادے کو تیزی سے رواج بخشا، مگر اس کے منفی اور دوررس اثرات برسوں بعد مجموعی ماحولیاتی انحطاط کی شکل میں ایک بڑے خطرے کی طرح کے انداز میں ہمارے سامنے آن کھڑے ہوئے۔

اگر چہ شمالی پاکستان کے ماحولیاتی انحطاط کو کافی پہلے محسوس کر لیا گیا تھا اور بقائے ماحول کے لیے کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں لیکن ان اقدامات کے نفاذ میں افسر۔ ماتحت کا طریقہ Top Down Conservation Appraoches تھا تو دوسری طرف ان میں مقامی لوگوں کی شراکت کو بھی نظر انداز کیا گیا، حالانکہ مقامی باشندے ہی صحیح معنوں میں ان قدرتی وسائل کے نگہبان تھے اور ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرتی وسائل کے تحفظ اور استفادے کے حوالے سے مقامی سطح پر مضبوط قوانین کا فقدان بھی رہا۔ یوں ان سب عوامل کے سبب بقائے ماحول کی کوششوں کے وہ نتائج برآمد نہ ہو سکے، جو کہ ہونے چاہیں تھے۔

شمالی پاکستان کی ماحولیاتی اہمیت، بتدریج سنگین رخ اختیار کرتے ہوئے ماحولیاتی مسائل، قدرتی وسائل کو پہنچنے والے پیچیدہ خطرات اور بقائے ماحول کی کامیاب کوششوں میں حائل مشکلات کا ادراک کرتے ہوئے وفاقی وزارت ماحولیات پاکستان اور بقائے ماحول کی عالمی انجمن آئی یو سی این، پاکستان نے آب گیر علاقوں کی بقا کی بنیاد پر 99-1995ء کے دوران Maintaining Biodiversity in Pakistan With Rural Community Development کے تحت ایک منصوبہ شروع کیا۔ مقامی کمیونٹی کے اشتراک سے شروع کیے جانے والے اس منصوبے کے لیے مالی تعاون اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام UNDP اور گلوبل انوائرنمنٹل فیسلٹی GEF نے کیا تھا۔ مقامی باشندوں کے اشتراک سے یہ منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ یہ کامیابی شمالی علاقہ جات اور صوبہ سرحد کی منتخب وادیوں میں ماحولیاتی تحفظ اور زیادہ وسیع اور مزید جامع حکمت عملی کے تحت بقائے ماحول کے لیے اُس منصوبے کی داغ بیل ثابت ہوئی جسے منصوبہ برائے بقائے پہاڑی علاقہ جات Mountain Areas Conservency Project کا نام دیا گیا، جو مختصراً MACP کہلاتا ہے۔

ایم اے سی پی 10 اعشاریہ 3 ملین امریکی ڈالر مالیت پر محیط منصوبہ ہے۔ اس منصوبے کے لیے رقم UNDP اور GEF اور حکومت پاکستان نے فراہم کی، جبکہ اس پر عملدرآمد آئی یو سی این، پاکستان کی ذمے داری ٹھہری۔ منصوبے پر عمل درآمد کے دیگر شریک کار میں محکمہ جنگلی حیات صوبہ سرحد، محکمہ جنگلات شمالی علاقہ جات، آغا خان رورل سپورٹ پروگرام، ہمالیہ وائلڈ لائف فاؤنڈیشن شامل ہیں جبکہ ورلڈ وائڈ فنڈ فار نیچر پاکستان WWF-P سے ماحولیاتی تعلیم و آگہی کے فروغ کے لیے اقدامات کا معاہدہ کیا گیا۔

قراقرم، مغربی ہمالیہ اور ہندوکش کے پہاڑی سلسلے کی وادیوں میں حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کے عملی اقدامات کے لیے ایم اے سی پی نے مقامی باشندوں کے ساتھ اشتراک عمل کا طریقہ اپنایا۔ وسیع معنوں میں بقائے ماحول کے لیے ایم اے سی پی کی یہ کوششیں طویل المدت تناظر میں پائیدار نتائج کے حوالے سے اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی تھیں، جب تک اسے مقامی باشندوں کا بھرپور تعاون حاصل نہ ہوا ہوتا۔

اس منصوبے کی حکمت عملی کے تین واضح خطوط تھے جنہیں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

الف: حیاتیاتی تنوع کی بقا کے لیے مقامی باشندوں کو بااختیار بنانا، منظم کر کے ان کی استعداد سازی کرنا (تاکہ وہ کنزرویشن کے

اندر، وادی اور گاؤں کی سطح پر کنزرویشن کمیٹیوں کے قیام کے تحت مقامی طور پر کیے جانے والے تمام اقدامات کے لیے فیصلہ سازی کر سکیں)۔

ب: پائیدار استفادے کے فروغ کے ذریعے مقامی لوگوں کے لیے حیاتیاتی تنوع کی خدمات و اہمیت کو اُجاگر کرنا اور انہیں اس حوالے سے سنجیدہ کوششوں میں شمولیت کے لیے تیار کرنا۔

ج: حکمت عملی، قوانین اور مالیاتی امور کے انتظامات چلانے کے لیے خاکہ تشکیل دینا تاکہ مقامی باشندوں کی بنیاد پر کی جانے والی بقا کی کوششیں پائیدار خطوط پر استوار ہو سکیں۔

ایم اے سی پی نے قدرتی وسائل بالخصوص حیاتیاتی تنوع کے پائیدار انتظام کے لیے بقا کی کوششوں میں اپنی توجہ بنیادی سطح پر مرکوز رکھی جہاں سے اسے بتدریج گاؤں، وادی اور پھر پوری کنزرونیسی کے منظر نامے تک محیط کر دیا گیا۔ اس طریقہ کار نے مقامی سطح پر بقائے ماحول کی کوششوں کو فروغ دیا اور اس کے ذریعے اس طرح کا اداراتی نظام وجود میں آ گیا جس سے بنیادی سطح پر رہتے ہوئے استفادے اور نگرانی کا موثر عمل قائم ہوا۔ اس کے ذریعے اس بات کی نگرانی بھی ممکن ہوئی کہ قدرتی وسائل سے مقامی باشندے کس طرح اور کس مقدار میں استفادہ کرتے ہیں۔ نیز موثر اور مربوط نظام کی بدولت قدرتی وسائل سے استفادے کے ساتھ ساتھ اب یہ اس کے تحفظ کے لیے احتساب کے بھی پابند ہو گئے ہیں۔

ایم اے سی پی کی سرگرمیاں جغرافیائی طور پر صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات کی آٹھ ضلعی کنزرونیسی پر مشتمل ہیں جن کا مجموعی زمینی رقبہ 18 ہزار 632 مربع کلومیٹر بنتا ہے۔ اس میں 67 وادیاں شامل ہیں، جن میں مجموعی طور پر 2 لاکھ 77 ہزار نفوس بستے ہیں۔ ان کنزرونیسی میں سے تین شمالی علاقہ جات کے اسکردو، استور اور گوجال جبکہ بقایا پانچ صوبہ سرحد کے گرم چشمہ (مغربی ترچ میر)، ترچ میر مشرقی، چترال، کالام اور دریا کوہستان اضلاع پر مشتمل ہیں۔

گزشتہ سات برسوں کے دوران ایم اے سی پی میں شامل کنزرونیسی میں بقائے ماحول کے پائیدار انتظام کے لیے جن خطوط پر کامیاب کوششیں کی گئی ہیں ان میں چند اہم خطوط مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ بقائے ماحول اور پائیدار استعمال برائے قدرتی وسائل کے لیے ایسا طریقہ کار تشکیل و نافذ کرنا جس سے لوگوں کی آگہی میں اضافہ ہو۔

☆ گاؤں، وادی اور مجموعی کنزرونیسی کی سطح پر متعلقہ آبادیوں میں سے نمائندہ مقامی باشندوں کو منظم کرنا۔

☆ بقا کی کوششوں میں خواتین کی شمولیت۔

☆ حیاتیاتی تنوع کی بقا اور پائیدار استعمال کے لیے مقامی باشندوں کی استعداد سازی کرنا۔

☆ سرکاری اداروں کے اہلکاروں کی استعداد میں اضافہ کرنا تاکہ کمیونٹی کی سطح پر پائیدار استعمال اور بقائے حیاتیاتی تنوع کے لیے کی جانے والی کوششوں کے لئے ان کا تعاون حاصل ہو سکے۔

☆ گاؤں، وادی اور مجموعی کنزرونیسی کی سطح پر کنزرویشن پلان کی تشکیل۔

☆ کنزرونیسی میں حیاتیاتی تنوع سے متعلق سائنسی بنیادوں پر معلومات کا فروغ۔

☆ پائیدار استعمال کے فروغ اور اس حوالے سے معلومات کے پھیلاؤ، نیز ان کی تقلید کے لیے نمائشی منصوبوں Demonstration Projects کا اہتمام۔

☆ وادی کی سطح پر کنزرویشن فنڈ اور پراجیکٹ کی سطح پر ٹرسٹ فنڈ کا قیام و عمل تاکہ منصوبے کے اختتام کے بعد بھی مقامی باشندے منظم مالی انتظام اور وسائل کے ذریعے پائیدار کوششوں کا تسلسل جاری رکھ سکیں۔

☆ اس حوالے سے موجودہ حکمت عملیوں اور قوانین کا جائزہ لینا تاکہ انہیں پائیدار بقائے ماحول اور قدرتی وسائل کے استعمال سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔

اب ایم اے سی پی شراکتی عمل کے

ذریعے مقاصد کے کامیاب حصول کے بعد پہلے سے طے شدہ سات سالہ مدت کے اختتامی مرحلے میں ہے۔ منصوبے کے آخری سال میں جاری متعدد اہم سرگرمیوں کے علاوہ 2006ء میں کنزرویشن مینجمنٹ پلان تکمیل پاچکا ہے۔ قومی قوانین برائے جنگلی حیات، نیز Citles قوانین کی تکمیل و نفاذ ہو چکا ہے۔ ماؤنٹین ایریاز کنزرویشن فنڈ عملی طور پر شروع ہو گیا ہے۔ نیز ایم اے سی پی کے سات سالوں کے دوران حاصل شدہ نتائج اور کنزرویشن میں کیے گئے متعدد اقدامات کی تفصیلات و نتائج، نیز پائیدار استعمال کی قابل تقلید کامیاب مثالوں سے دیگر اداروں یا افراد کے استفادے کے لیے تحقیقی مطالعوں کی تیاری جاری ہے۔

اس منظر نامے کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قابل تقلید مثالوں کو ساتھ لیے ہوئے پائیدار ترقی کا سفر رہنما خطوط پر شروع ہو چکا ہے۔ بقول شاعر!

میں اکیلا چلا تھا جانب منزل کو مگر
لوگ ساتھ آتے گئے، کارواں بنتا گیا

☆☆☆☆

قارئین سے التماس

اب آپ ماہ نو اور پاک جمہوریت کو اپنی تخلیقات بذریعہ ای میل بھی بھجوا سکتے ہیں۔ آپ اپنی تخلیقات اِن پیج 2.4 میں کمپوز کر کے مندرجہ ذیل پر ارسال کر سکتے ہیں۔

mnlahore@yahoo.com

mnlahore@hotmail.com

mnlahore@gmail.com

نیز آپ ہر ماہ کا ماہ نو اور پاک جمہوریت مندرجہ ذیل پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

http=//groups.yahoo.com/groups/mahenau

www.mahemau-freeservers.com

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال (بلیک اینڈ وائٹ) 35MM/VHS	30 منٹ
2	آرکیٹکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ
3	آرٹ ان پاکستان (انگلش) (بلیک اینڈ وائٹ) 35MM/VHS	30 منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) (بلیک اینڈ وائٹ) 35MM/VHS	30 منٹ
5	کلچرل ہیریٹیج آف پاکستان (اردو) 35MM/Betacam	20 منٹ
6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ
7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35MM/U.Matic	30 منٹ
8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ
9	گریٹ ماؤنٹین پاسز اِن پاکستان (انگلش) 35MM	20 منٹ
10	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	10 منٹ
11	جرنی تھرو پاکستان (اردو، انگلش) 35MM	20 منٹ
12	لیکس اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
13	مونومنٹس آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ
14	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ
15	مائنارٹیز اِن پاکستان (انگلش، اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ
16	میرج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ
17	وائلڈ لائف اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
18	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80 منٹ
19	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریزنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
20	پاکستان ۔ اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/U.MATIC.35MM	30 منٹ
21	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) 35MM/U.Matic	20 منٹ
24	ویلی آف سوات (اردو) 35MM	20 منٹ
25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70 منٹ
26	پاکستان لینڈ اینڈ اِٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
27	پاکستان پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
28	قائداعظمؒ (اردو) 35MM/VHS	30 منٹ
29	سوہنی دھرتی ۔ پاکستان (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	30 منٹ
30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
31	انڈس ۔ دی ریور آف ہسٹری (اردو) 35MM	20 منٹ
32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی ۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ اسلام آباد ۔ پاکستان فون : 051-9252182 فیکس: 051-9252176

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1943ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوالِ قائدؒ (مجلد / پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناحؒ اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔ فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از محمد امین۔ ڈنکن ویلئس۔ گراہم ہینڈ کاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔ چینی مصوروں کی نظر میں (ین ینگ اینڈ ژو ہوا)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان۔ ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدتِ افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	35-$ سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	35-$ سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	20-$ سالانہ
20	ماہِ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	15-$ سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی-ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9252182 فیکس: 051-9252176